Marfat.com

جملہ حقوق باضابطہ محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت ادارہ علوم شرعیہ ۲۷

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

کتاب مستطاب

قرآن و حدیث

اثر خامہ

امام العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

باہتمام

مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند

ادارہ علوم شرعیہ کراچی

(مطبوعہ مشہود آفسٹ لیتھو پریس کراچی)

Marfat.com

عرضِ ناشر

پیشِ نظر مقالہ بعنوان قرآن و حدیث کو کتاب کی صورت میں طبع کرانے کا ارادہ بعض احباب اور خود صاحب مضمون کی فرمائش پر کیا گیا تھا جس کی تکمیل کی سعادت مجھے نصیب ہوئی جس وقت ہمارے ہاں دو ترجمہ و دو تفسیر والے قرآن مجید کی طباعت کا انتظام ہو رہا تھا تو خدمت قرآن کی اس ادنیٰ سعی کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خدمت کا جذبہ دل میں موجزن ہوا اس وقت مناسب سمجھا کہ اس قرآن مجید کے شروع میں بطور مقدمہ ضرورت حدیث کے موضوع پر ایک مقالہ شامل کر دیا جائے جس سے مترجم بالتفسیر قرآن مجید پڑھنے والوں کو حدیث کی اہمیت بھی معلوم ہو جائے جس کے بقا پر قرآن کی بقا موقوف ہے اس مقالہ کے لئے بقیۃ السلف علامہ قاری محمد طیب صاحب مدفیوضہ کے نام قرعہ فال آیا جسے ممدوح نے انتہائی سعادت سمجھ کر قبول فرمایا جب یہ مضمون مکمل ہو گیا تھا لیکن دیوبند سے مجھ تک پہنچا نہیں تھا تو اس کی تکمیل کی خوشی میں حضرت مؤلف نے ایک خط میں اس مضمون کے متعلق اکابر دیوبند کا تاثر ان الفاظ میں ذکر فرمایا و یہاں کے حضرات اساتذہ کو سنایا تو انہوں نے بھی اس کی کافی تحسین کی اور یہ فرمایا کہ انکار حدیث کے علی الرغم اب تک اس قسم کا مضمون نظر سے نہیں گذرا) اب آپ یہ مضمون اس قرآن مجید کے شروع میں بھی پڑھ سکیں گے جس میں پہلا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا جو قدیم ہے قدیم نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۲۱۳ھ سے لیا گیا ہے اور دوسرا ترجمہ مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کا ہے اور حاشیہ پر پہلی تفسیر موضح قرآن جو اسی قدیم نسخہ سے نقل کی گئی ہے اور دوسری تفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی ہے اور اس مضمون کو کتاب کی صورت میں بھی حسن طباعت کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہے دعا ہے کہ اس حقیر بندہ کی خدمت کو عام مسلمانوں اور اہل علم کی نگاہوں میں مقبولیت کی نعمت عطا ہو ؎

خاکسار محمد ادریس

۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۵ھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ — اما بعد — اسلام خدا کا آخری پیغام اور اس کے آسمان سے اترا ہوا آخری دین ہے جو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے پیغام اور دستورِ زندگی ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی دین آنے والا ہے نہ کوئی شریعت۔ کیونکہ نبوت ختم ہو چکی اور خاتم النبین آچکے ہیں اس لئے خاتم الانبیاء کا دین ہی قدرتی طور پر خاتم الادیان۔ ان کی شریعت خاتم الشرائع، اور اس شریعت کی کتاب خاتم الکتب ہو سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ دین مع اپنی بنیادوں کے قیامت تک باقی اور محفوظ رہے ورنہ اس صورت میں کہ یہ دین اور شریعت تو باقی نہ رہے اور جدید شریعت آنے والی نہ ہو تو دنیا سے حق کلیتہً منقطع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی بقا ہی حق اور نام حق سے ہے جس دن ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا اس زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اسی دن قیامت قائم کر دیجائے گی اور یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے قیامت سے پہلے کوئی ساعتہ بھی ایسی نہیں آسکتی کہ اس میں حق اور نام حق سرے سے باقی نہ رہے۔ سو ختم نبوت اور خاتم الشرائع کے آجانے کے بعد جب کہ کوئی نئی شریعت

Marfat.com

آنیوالی نہیں بقارِ حق کی صورت اس کے سوا دوسری نہیں ہوسکتی کہ آخری دین کو قیامت تک باقی رکھا جائے۔ اور زمانہ کی دست و برد سے اُس کی حفاظت ہو تاکہ کسی راہ سے بھی اس میں خلل اور زلل نہ آنے پائے۔ خواہ تلبیس کرنیوالے کتنے بھی پیدا ہو جائیں۔ فرقے اور گروہ کتنے ہی بن جائیں تحریف و تاویل سے شکوک و شبہات کے دروازے کتنے بھی کھول دیئے جائیں لیکن اصل دین اپنی اسی اصلی شان اور اپنی پوری پوری کیفیت و حقیقت کے ساتھ اسی انداز سے باقی رہے جس انداز سے وہ اپنی ابتدائی زندگی میں محفوظ تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی غیر معمولی حفاظت انسان اور نوع بشری کے بس کی بات نہ تھی انسان مجموعہ تغیرات ہے اس کا دل و دماغ اُس کی ذہنی رفتار اور طبعی رجحان و میلان بلکہ عقلی تقاضے ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہ سکتے اس تغیر پذیر ذہنیت سے ممکن نہ تھا کہ وہ یکسانی کے ساتھ اپنے دین کو ہر دور میں یکساں محفوظ رکھ سکتا۔ اگر انسان ایسی لاتبدیل فطرت کا حامل ہوتا تو توراۃ و انجیل بے نشان کیوں ہوتیں؟ زبور کی اصلیت کیوں گم ہو جاتی؟ صُحُفِ آدم اور صحف ابراہیم دُنیا سے ناپید کیوں ہو جاتے؟ اگر آخری دین کی حفاظت بھی مثل سابق انسانوں کے ہاتھوں میں دیدی جاتی تو اس دین کا حشر بھی وہی ہوتا جو ادیان سابقہ کا ہوا کہ اُس کا نشان بھی باقی نہ رہتا اور انسان کی تغیر پذیر ذہنی رفتار اس میں بھی تغیّر تبدّل کئے بغیر نہ رہتی لیکن

Marfat.com

ادیان سابقہ اگر محفوظ نہ رہے اور ختم ہو گئے تو دنیا کے بقار میں اس لئے فرق نہ آیا کہ نبوّت ختم نہ ہوئی تھی جو شریعت گم ہوتی تھی اس کی جگہ نئی شریعت نئی نبوّت کے زیر سایہ اس کے قائم مقام ہو جاتی تھی اور دُنیا سے حق منقطع نہ ہوتا تھا کہ فنا دنیا کی نوبت آتی لیکن ختم نبوّت کے بعد اس دین کے گم ہو جانے سے یہ صورت ممکن نہ تھی کہ نیا دین آجائے اور دنیا فنا نہ ہو اس لئے اس آخری دین کی حفاظت کی ذمّہ داری خود حق تعالیٰ نے لی اور یہ اٹل وعدہ فرمایا کہ

انا نحنُ نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ہم ہی نے یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اُسکے محافظ ہیں

حفاظتِ دین کی صُورتیں

ظاہر ہے کہ حفاظت دین کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ محافظ دین ایسی طاقتور شخصیتیں کھڑی کی جاتی رہیں جن کا طبعی ذوق اور ذاتی میلان ہی دین کا تحفظ ہو اور وہ عقیدہ و عمل کی سرحدات کو اپنی فکری و عملی قوتوں سے اس حد تک مضبوط کرنے کی فکر میں لگی رہیں کہ اس میں کسی ادنیٰ تغیّر و تبدل یا خلل کے تصوّر کو بھی برداشت نہ کر سکیں۔

ہر صدی کے شروع میں مجدّد کی آمد

دوسری صُورت یہ ہے کہ اصل قانون دین خود ایسا فطری ہو کہ اس میں خود اپنے بقار و تحفظ کی ذاتی اسپرٹ ہو اور اس حد تک

Marfat.com

ہوگہ اس کی طبعیت ہی کسی تغیّر و تبدل اور کمی بیشی کو برداشت نہ کر سکے۔ بلکہ اسکی مضبوط ترین حجتہ و برہان اپنے فطری نمو اور طبعی قوۃ ہی سے ہر تغیّر کے خطرہ کو دفع کرتی رہے جس سے اسکے آمنے سامنے اور دائیں بائیں کسی باطل کی پہنچ ہی ناممکن ہو۔ سو اس دین کی حفاظت کے لئے دونوں صورتیں اختیار کی گئیں۔ پہلی صورت۔ یعنی سرتاپا دین اور مجسم اسلام قسم کی شخصیتیں ہر ایسے دور میں مختلف اندازوں اور عنوانوں سے پیدا کی جاتی رہیں کہ جن میں دین اور اجزاء دین کے خطرہ میں پڑ جانے کا کوئی امکان دیکھا گیا۔ مثلاً انسانی ذہنیت سو برس کے دور میں طبعاً متغیّر ہو جاتی ہے کیونکہ سو برس میں ایک قرن ختم ہو کر دوسرے قرن کے لئے جگہ خالی کرتا ہے اور ایک نسل پوری کی پوری ختم ہو کر دنیا کو دوسری نسل کے ہاتھ میں چھوڑ جاتی ہے جسکی ذہنیت یقیناً وہ نہیں رہتی جو سو برس پہلے کے لوگوں کی تھی انسان کے ذہنی ارتقاء کے تحت ذہن بدل جاتا ہے نظریات تبدیل ہو جاتے ہیں، نئے ترقی یافتہ نظریات سامنے آجاتے ہیں، تمدنی رجحانات پہلے سے نہیں رہتے، طرز زندگی میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی ہیں اور گویا یہ انسان وہ نہیں رہتا جو سو برس پہلے کا انسان تھا اس لئے ہر قرن کے آغاز میں دین کے لئے یہ خطرہ قدرتی تھا کہ نئے انسانوں کی ذہنی تبدیلیاں اسے بدل نہ ڈالیں اور اس کے سابقہ رنگ کو پھیکا کر کے اس پر کوئی نیا رنگ نہ چڑھا دیں جس سے اس کا اصلی اور قدیم رنگ ناقابل التفات ہو جائے

Marfat.com

اس لئے ہر صدی کے سرے پر اسلام میں مجدّدوں کا وعدہ دیا گیا جو دین کو ان نئے انسانوں کی ذہنیت کی رعایت رکھتے ہوئے نو بہ نو اور تازہ بہ تازہ کرتے رہیں اور اس کے اصول و فروع کو نکھار کر اس طرح سامنے لائیں کہ نئے نئے شکوک و شبہات کا قلع قمع بھی ہو جائے اور قدیم مسائل جدید دلائل کے ساتھ اور زیادہ روشن اور صاف ہو کر نئے قرن کے سامنے آجائیں۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امّت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایسے لوگ پیدا فرماتا رہے گا جو اُمت کیلئے دین کو تازہ بتازہ اور نو بہ نو کرتے رہیں۔

دین کے معیار کی زندہ جماعتیں

لیکن اس کے بعد یہ اندیشہ صدی کے اندر اندر بھی باقی رہتا تھا کہ اشرار و فجار اور ملحدین و منافقین اسلام کے نام سے اسلام کا حلیہ تبدیل کر دیں اور اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اسے صحیح العقیدہ لوگوں کے لئے مشتبہ بنانے کی کوشش کریں۔ لوگ تو مجدّد کے انتظار ہی میں رہیں اور یہ شر پسند اور کج فہم گروہ رکیک تاویلات اور غلو آمیز کاوشوں سے دین میں زندقہ و الحاد پھیلانے میں کامیاب ہو جائے جس سے دین کے بنے بنائے نظام میں خلل پڑ جائے اور اسطرح دین سے دنیا کا اعتماد اٹھ جائے تو صدی کے سرے کی قید چھوڑ کر صدی کے اندر اندر بھی سلف صالحین ؒ کے

Marfat.com

اختلافِ رشید پیدا کرتے رہنے کا وعدہ دیا گیا۔ اور اطمینان دلایا گیا کہ امت پر صدی کے اندرونی حصے اور درمیانی دور میں بھی کوئی وقت ایسا نہ آئے گا کہ امت کو سلف کے نمونہ کے خلف نہ مل سکیں؟ نہیں بلکہ ضرور ملیں گے جو اپنے صحیح علم و نظر اور نکھری ہوئی شرعی حجتوں سے انسان نما شیاطین کی وسوسہ اندازیوں اور دسیسہ کاریوں کا پول کھولتے رہیں گے اور دین پر کسی نہج سے بھی آنچ نہ آنے دیں گے ارشادِ نبوی ہے

یحملُ ھٰذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ (مشکوٰۃ شریف)

(سلف کے بعد اخلاف میں سے ایسے معتدل لوگ ہمیشہ اس علم (دین) کے حامل ہوتے رہیں گے جو غلو زدہ لوگوں کی تحریفوں اور باطل پرستوں کی دروغ بافیوں اور تلبیسوں اور جاہلوں کی رکیک تاویلوں کا پردہ چاک کرتے رہیں گے (اور ان خرافات کی نفی کرتے رہیں گے)

لیکن پھر سلف و خلف میں بھی بہر حال کچھ نہ کچھ فصل اور وقفہ ضرور ہوتا ہے۔ سلف کے بعد خلف کو بنتے ہوئے بھی بہر حال کچھ نہ کچھ دیر ضرور لگتی ہے اندیشہ تھا کہ سلف کے اُٹھنے پر جبکہ خلف ابھی حدِ تکمیل کو نہ پہنچے ہوں باطل پرست میدان خالی دیکھکر آدھمکیں اور وقت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا ابلیسی کام کر گذریں جس سے امت میں ذہنی انتشار اور تشویش

Marfat.com

راہ پا جائے اور دین رخصت ہونے لگے تو امّت کو اطمینان دلانے کے لئے یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ کوئی بھی ساعت اور وقفہ امّت پر ایسا نہ گذرے گا کہ اس میں ہمہ وقت کوئی طائفہ حقہ موجود نہ رہے جو مؤیّد من اللہ اور منصور منجانب اللہ ہو یعنی امّت مرحومہ کو ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیئے ولا وارثی امّت نہیں زندہ نبی کی اُمّت اور زندہ شریعت کی پیرو ہے جس میں دین کے معیار کی زندہ جماعتیں ہمیشہ برقرار رہیں گی۔ فرمایا گیا

عن معاویۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ صم علی ذٰلک۔ (بخاری مسلم)

معاویہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ امر حق پر قائم رہے گی نہ ان کو کسی کا رسوا کرنا رسوا کر سکے گا اور نہ کسی کا خلاف انھیں نقصان پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اسی حالت پر مستقیم ہوں گے۔

دین کی نافعیّت اُمّت کے تمام قرنوں میں

حتیٰ کہ اگر امّت کو یہ بھی خطرہ پیدا ہو کہ زمانوں کے گذرنے سے گو دین باقی رہے لیکن اس کی وہ کیفیت اور رسوخ کی شان نہ رہے جو سلف میں تھی تو دین کی صورت ہی صورت باقی رہ جائیگی جس میں حقیقت نہ ہو گی تو ایسے بے حقیقت دین کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گا۔

Marfat.com

اس لئے اس کا بھی اطمینان دلایا گیا کہ اُمت کی خیریت کسی خاص دور کے طبقہ کیساتھ مخصوص نہیں خواہ وہ اوّل کا ہو یا آخر کا بلکہ دین کی خوبی و خوبصورتی وہی اگلی کیفیت و حقیقت اور وہی اصلی خیر و برکت ہر دور میں قائم رہیگی چنانچہ بشارت دیگئی کہ

البشر وا و البشر وا انما مثل امتی مثل الغیث لا یدری آخرہ خیر ام اولہ الخ

بشارت حاصل کرو اور خوشخبری لو کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے نہیں جانا جا سکتا کہ اس کا اول قطرہ زمین کے لئے زیادہ نافع تھا یا آخر کا

(یعنی خیریت اور نافعیت امت کے تمام قرون میں پھیلی ہوئی ہے درجات و مراتب کا فرق ضرور ہوگا مگر اصل خیر ہر مرحلہ پر بدستور قائم رہیگی) بہر حال ہر صدی کے سر پر، صدی کے اندر، اور ہر صدی کی ہر ہر ساعت میں ایسی شخصیتوں کے وجود و بقاء کی خبریں اور وعدے لسان نبوت پر دیئے گئے ہیں جو دین کی حفاظت و صیانت کیلئے جارحۂ حق اور وسائط الٰہی ثابت ہوں گی جس سے دین اپنی اصلی صورت و حقیقت اور کیفیت و کمیت کے ساتھ تا قیام قیامت باقی اور محفوظ رہے گا۔ اور کوئی وقت بھی امت پر انقطاع حق کا نہیں گذرے گا۔

دین کی دو اصلیں

مگر یہ ظاہر ہے کہ دین کی یہ حفاظت بیرونی

Marfat.com

اور خارجی وسائل سے متعلق ہے ذاتی حفاظت یہ ہے کہ خود دین اپنی ساخت پرداخت اور وضع کے لحاظ سے ایمنٹ اور بذات خود محفوظ رہنے کی اسپرٹ اپنے اندر رکھتا ہوا اسلامی شریعت اپنے اصول و مبانی اور دلائل و براہین کے لحاظ سے بذات خود بھی من جانب اللہ محفوظ و ایمنٹ ہے جس میں کسی رخنہ اندازی کی گنجائش نہیں یعنی حفاظت دین کی دوسری صورت بھی اختیار کی گئی کہ خود اسکی ذاتی حجۃ کو ایمنٹ بنایا گیا اور اس طرح کہ اس دین کی دو ہی اصلیں ہیں جو مصدر شریعت اور دین کا سرچشمہ ہیں، کتاب اللہ۔ اور سنّت رسول اللہ یوں اس دین کی دو اصلیں اور بھی ہیں جن کا نام اجماع اور قیاس ہے جو بلاشبہ واجب الاطاعت ہیں چنانچہ قرآن حکیم نے امّت پر تین ہی اطاعتیں فرض بھی فرمائی ہیں۔ اطاعت خدا اطاعت رسول، اور اطاعت اولی الامر یعنی راسخین فی العلم کے اجتہادی نظائر کی اطاعت یا اس قسم کے ہم قرن اہل رسوخ کی اجماع کردہ شئ کی اطاعت جو یقیناً حجت شرعی ہے لیکن یہ قیاس اور اجماع کی دونوں اصلیں باوجود حجت شرعیہ ہونیکے تشریعی نہیں بلکہ تفریعی ہیں جو مستقل بالحجیۃ نہیں جب تک کہ انُ کا رجوع کتاب وسنّت کی طرف نہو کیونکہ مایجمع علیہ (جس پر اجماع کیا جائے) وہی معتبر ہو سکتا ہے جس پر پہلے سے کوئی دلیل کتاب وسنّت سے قائم ہو ورنہ مجرد میل اور محض ہوئی سے کسی چیز پر جمع ہو جانا اجماع نہیں درحالیکہ

Marfat.com

امّت میں ایسا اجماع جو گمراہی پر ہو ہو بھی نہیں سکتا اسی طرح قیاس کی مقیس (یعنی قیاسی جزیہ) وہی معتبر ہو سکتا ہے جس کا مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) کتاب وسنّت میں موجود ہو اور اس مقیس اور مقیس علیہ میں کوئی رشتۂ جامعیت بھی ہو جو منصوص کے حکم کو غیر منصوص میں منتقل کر دے پس اُن کی تشریعی حیثیت خود اصل نہیں بلکہ کتاب وسنّت کے تابع ہے اس لئے دین کی مستقل حجت اور تشریعی اصلیں دو ہی رہ جاتی ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے سنّتِ رسول اللہ. گو بعض علماء نے ایک تیسری چیز اجتہاد نبوّت کو بھی مستقل حجت اور مصدر احکام کہا ہے لیکن وہ بھی مستقل بالحجیۃ نہیں کیونکہ جب کوئی حکم منصوص نازل نہ ہوتا اور بعد انتظار آپ اجتہاد فرماتے تو در صورت صواب بذریعہ وحی یا سکوت رضا آپ کو اس پر مستقر کر دیا جاتا جو حکم میں سنّت کے ہو جاتا ورنہ علی الفور تنبیہ کر کے اس سے ہٹا دیا جاتا تھا اس لئے اس کا مرجع بھی بالآخر وحی ہی نکلی متلو ہو یا غیر متلو یعنی کتاب اللہ یا سنّت نبوی. اس لئے مستقل حجتیں دو ہی دو رہتی ہیں. کتاب اور سنّت اور جب کہ یہی دو اصلیں تشریعی تھیں جو آخر کی دو تفریعی اصلوں سے بالاتر بلکہ اُن کی اساس تھیں تو قرآن کریم نے جس طرح چاروں اصلوں کو وجوب اطاعت میں جمع فرمایا تھا جس کی طرف ابھی اشارہ گذرا اسی طرح اکثر مواقع پر صرف ان دو اصلوں کو وجوب اتباع میں جمع فرمایا ہے گویا نفس حجیت میں قرآن وحدیث کو مساوی اور متوازی شمار کیا ہے.

Marfat.com

ارشادِ ربانی ہے:۔

یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم — اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے عمل کو باطل مت کرو

اور کہیں فرمایا:۔

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا — اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ڈرتے رہو۔

کہیں اِرشاد ہوا:۔

یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم — اے ایمان والو اجابت کرو اللہ کے حکم کی اور رسول کے حکم کی جب کہ وہ تمہیں بلائیں۔

کہیں فرمایا:۔

وما کان لمومن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم — اور کسی مومن اور مومنہ کے لئے اختیار نہیں رہتا (کہ مانیں یا نہ مانیں) جب اللہ و رسول کی طرف سے کسی امر میں حکم آجائے۔

ان آیات سے کلام خدا اور کلام رسول کا مستقلاً حجت شرعیہ ہونا واضح ہے جو حجت قرآن کے ساتھ ساتھ حجیت حدیث کی بھی روشن دلیل ہے لیکن پھر ان دونوں اصلوں میں باوجود دونوں کے حجت مستقلہ ہونے کے باہم ایک فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ کتاب حجۃ قاطع ہے اور حدیث سوائے متواتر کے حجت ظنی ہے کیونکہ حدیث غیر متواتر کا ثبوت اس

Marfat.com

درجہ کا نہیں جس درجہ کا قرآن حکیم ہے۔ اس لئے جو درجہ اُن کے ثبوت کا ہے وہی دَرجہ اُن کی حجت کا بھی ہے۔

رسُول نورِ مطلق اور ظلمتِ محض میں واسطہ وصول ہے

نیز قرآن حکیم اصل کلی ہے اور حدیث اس کا بیان ہے۔ جس کے بغیر قرآن حکیم کے مضمرات اور مرادات کا انکشاف دشوار بلکہ عادۃً ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم اسلام کا صرف بنیادی قانون اور دستور اساسی ہی نہیں بلکہ معجزہ بھی ہے۔ جو اپنے لفظ و معنیٰ اور تعبیر و مفہوم دونوں ہی کے لحاظ سے اعجازی شان رکھتا ہے نہ الفاظ کی ترکیب اور جوڑ بند اور انداز بیان ہی میں اس کا مثل لایا جانا مخلوق سے ممکن ہے اور نہ ھدایت و احکام کی جامعیت علوم و معارف کی گہرائی اور مضامین کی ہمہ گیری ہی میں اس کی نظیر بنا لیا جانا ممکن ہے چنانچہ اس کی تعبیر نے دنیا کو تھکا دیا کہ وہ اس کے چیلنجوں کے باوجود اس کا مثل نہ لا سکی ایسے ہی اس کی معنوی وسعتوں اور ہمہ گیر گہرائیوں نے بھی دنیا کو عاجز کر دیا کہ وہ اس جیسی جامع علوم و معارف اور حاوی احکام و اصول کتاب یا اس کے کسی جزو جیسا کوئی جزو لا سکے۔ جس کی یک ایک تہ اور شکن میں صدہا علوم کے دریا کھپے پڑے ہیں جو تیرہ صدیوں

Marfat.com

سے مسلسل نکلتے چلے آرہے ہیں اور ہنوز اُن کی تیاہ کا پتہ نہیں۔

حرف حرفش راست اندر معنیٰ

معنیٰ در معنیٰ در معنیٰ!

ظاہر ہے کہ اتنے بے شمار اور لفظ لفظ میں سموئے ہوئے علوم ومعارف کا اس میں سے نکال لانا بھی عامّہ خلائق کے فہم سے بالاتر تھا ورنہ اگر بشریت کا دماغ اور فہم اتنا جامع اتنا ہمہ گیر اور اتنا وسیع و عمیق ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان سے ایسے کلام کے بنا لینے یا کسی نہ کسی حد تک اس کے مثل لے آنے کی توقع نہ کی جاسکتی اور یہ بالکل ہی ناممکن ہوتا۔ آخر قرآن جیسا کلام جن وانس ملکر اس لئے تو نہیں لاسکے کہ ان کے ذہن وذکار فہم وعقل اور علم وادراک میں وہ لاتحدیدی اور ہمہ گیری نہیں جو ایسے اعجازی کلام کے لئے درکار ہے اس لئے اس تنگی فہم اس محدودیت ذہن اور قلیل وعلیل علم میں یہ سکت نہیں کہ وہ قرآن جیسا وسیع وعمیق اور معجزانہ کلام صادر کرسکے سو وہی تنگی فہم اور محدودیت ذہن وفکر یہاں بھی موجود ہے جو اس معجز کلام کے تمام مشمولات کے سمجھنے میں اپنے عجز ودرماندگی کو نہیں چھپا سکتی اور اس میں یہ گنجائش نہیں نکل سکتی کہ وہ قرآن کے معجزانہ اصولی اور کلی جملوں سے نکلتے ہوئے دقائق وحقائق کا ادراک اور کئی کئی معانی اور وجوہ میں سے مراد اور غیر مراد کا تعین محض اپنے فہم کے بل بوتہ پر بلا کسی

Marfat.com

رہنمائی کے از خود کر سکے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے مطالب و مرادات کے بیان کی ذمہ داری خود لیکر اس بارہ میں اپنے رسول کو اپنا ترجمان بنا کر بھیجا۔ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بھی لایا جا سکتا ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اُسی طرح اُس کی صفات کمال بھی لامحدود ہیں۔ اور ہر بندہ اپنے ظاہر و باطن جسم و رُوح قلب و دماغ فکر و فہم اور عقل و فراست سب کے لحاظ سے محدود اور متناہی ہے۔ اس لئے یہ کسی چیز کا ادراک بغیر تحدیدات تعیّنات اور تشخیصات کے نہیں کر سکتا اور اس کے لئے کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ محدود رہتے ہوئے لامحدود ذات و صفات تک رسائی پائے یا اس کا ادراک و معرفت کرے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان بندوں ہی میں ایک برزخ اور درمیانی طبقہ پیدا فرمایا جو اپنے مخصوص کمال اور مافوق العادت احوال کے لحاظ سے تو ذاتِ حق سے قریب تر اور اس کے کمالات کا نمونہ ہوتا ہے اور اپنے تعیّنات کے لحاظ سے بندوں میں شامل اور کمال بشریت کا نمونہ ہوتا ہے۔ ع

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل

یہی طبقہ انبیاء علیہم السلام کی مقدّس جماعت ہے جو نور مطلق اور انسان جیسے ظلمت محض میں واسطۂ وصول و قبول ہے پس جب کہ کمالات ربانی کے نمونے نبی کی ذات قدسی صفات میں ظہور کرتے ہیں تو بندوں کے لئے سہل

Marfat.com

ہو جاتا ہے کہ اس سے وابستہ ہو کر (جس سے وابستگی بوجہ مخلوقیت کے اشتراک کے ممکن ہوتی ہے) حسب استعداد خدا تک رسائی پالیں ورنہ بغیر اس کے کمالات خداوندی کے مشخص اور متعیّن ہو کر سامنے آنے اور مخلوق کے اُن سے وابستہ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

کلامِ خُداوندی تک بلا کلامِ رسُول فہم کی رسائی ناممکن سی ہے

اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ پیغمبر کی زبان سے ہر کلام ہدایت کسی نہ کسی کیفیت سے صادر ہوتا ہے یہ کیفیات ظاہر ہے کہ نفسانی نہیں ہوتیں جو ہر کس و ناکس پر طاری ہو سکتی ہیں بلکہ روحانی اور رحمانی ہوتی ہیں اس لئے وہ کلام درحقیقت اسی متعلقہ کیفیت میں ڈوبا ہوا اسی سے سرزد ہوتا ہے اور اُسی کا مظہر ہوتا ہے گویا وہ کیفیت، ہی الفاظ کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے پھر اس کیفیت سے یہ کلام چلکر اُسی کیفیت کی طرف لوٹتا بھی ہے جس سے یہ کیفیت قلب میں اور زیادہ مستحکم ہو کر جڑیں پکڑتی ہے گویا اس کلام کے اوّل و آخر رحمانی اور روحانی کیفیت چھائی رہتی ہے غور کیا جائے تو اس کلام کی مراد درحقیقت اسی کیفیت میں چھپی رہتی ہے کیونکہ کلام کسی نہ کسی مقصد کے لئے کیا جاتا ہے اور مقصد

Marfat.com

رہنمائی کے از خود کر سکے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے مطالب و مرادات کے بیان کی ذمہ داری خود لیکر اس بارہ میں اپنے رسولؐ کو اپنا ترجمان بنا کر بھیجا۔ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بھی لایا جا سکتا ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اُسی طرح اُس کی صفات کمال بھی لامحدود ہیں۔ اور ہر بندہ اپنے ظاہر و باطن جسم و رُوح قلب و دماغ فکر و فہم اور عقل و فراست سب کے لحاظ سے محدود اور متناہی ہے۔ اس لئے یہ کسی چیز کا ادراک بغیر تحدیدات تعیّنات اور تشخیصات کے نہیں کر سکتا اور اس کے لئے کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ محدود رہتے ہوئے لامحدود ذات و صفات تک رسائی پائے یا اس کا ادراک و معرفت کرے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان بندوں ہی میں ایک برزخ اور درمیانی طبقہ پیدا فرمایا جو اپنے مخصوص کمال اور مافوق العادت احوال کے لحاظ سے تو ذاتِ حق سے قریب تر اور اس کے کمالات کا نمونہ ہوتا ہے اور اپنے تعیّنات کے لحاظ سے بندوں میں شامل اور کمال بشریت کا نمونہ ہوتا ہے۔ ع

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل

یہی طبقہ انبیاء علیہم السلام کی مقدّس جماعت ہے جو نور مطلق اور انسان جیسے ظلمت محض میں واسطۂ وصول و قبول ہے پس جب کہ کمالات ربانی کے نمونے نبی کی ذات قدسی صفات میں ظہور کرتے ہیں تو بندوں کے لئے سہل

Marfat.com

ہو جاتا ہے کہ اس سے وابستہ ہو کر (جس سے وابستگی بوجہ مخلوقیت کے اشتراک کے ممکن ہوتی ہے) حسب استعداد خدا تک رسائی پالیں ورنہ بغیر اس کے کمالات خداوندی کے مشخص اور متعیّن ہو کر سامنے آنے اور مخلوق کے اُن سے وابستہ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

کلامِ خُداوندی تک بلا کلامِ رسُول فہم کی رسائی ناممکن ہے

اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ پیغمبر کی زبان سے ہر کلام ہدایت کسی نہ کسی کیفیت سے صادر ہوتا ہے یہ کیفیات ظاہر ہے کہ نفسانی نہیں ہوتیں جو ہر کس و ناکس پر طاری ہو سکتی ہیں بلکہ روحانی اور رحمانی ہوتی ہیں اس لئے وہ کلام درحقیقت اسی متعلقہ کیفیت میں ڈوبا ہوا اسی سے سرزد ہوتا ہے اور اُسی کا مظہر ہوتا ہے گویا وہ کیفیت، ہی الفاظ کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے پھر اس کیفیت سے یہ کلام چلکر اُسی کیفیت کی طرف لوٹتا بھی ہے جس سے یہ کیفیت، قلب میں اور زیادہ مستحکم ہو کر جڑیں پکڑتی ہے گویا اس کلام کے اوّل و آخر رحمانی اور روحانی کیفیت چھائی رہتی ہے غور کیا جائے تو اس کلام کی مراد درحقیقت اسی کیفیت میں چھپی رہتی ہے کیونکہ کلام کسی نہ کسی مقصد کے لئے کیا جاتا ہے اور مقصد

Marfat.com

کسی نہ کسی باطنی کیفیت کا مقتضا ہوتا ہے اس لئے قدرتی طور پر کلام کی صحیح مُراد کو وہی پا سکتا ہے جو کسی نہ کسی حد تک اس کیفیت سے آشنا اور اس سے ہم آہنگ ہو عاشق کی مُراد کو عشق آشنا ہی پوری طرح جان سکتا ہے عالم کی مراد کو علم آشنا ہی سمجھ سکتا ہے صناع کی مُراد کو صنعت آشنا ہی پوری طرح پا سکتا ہے اس لئے کلام رَب کو رَب آشنا ہی کسی نہ کسی حد تک پا سکتا ہے جو ربّانی کیفیات سے کسی حد تک مانوس ہو ورنہ بے کیف اور نا آشنا ممکن ہے کہ کلام کے لغوی مفہوم اور معنی اوّل تک پہنچ جائے لیکن متکلّم کے صحیح منشاء و مراد تک اس کیفیت سے مانوس ہوئے بغیر پہنچنا عادت کے خلاف ہے چہ جائیکہ وہ لوگ جو ان کیفیات کی مُضاد اور ضدِ کیفیات سے مانوس اور ان میں غرق ہوں تو عادۃً وہ مُراد کو سمجھانے سے بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے جس سے اور اک مراد کا حق ادا ہو جائے اور اگر اتفاقاً وہ الفاظ کی مدد سے کسی حد تک مراد حق پر مطلع ہو بھی جائیں تو اس کیفیت کے بغیر اس میں مبصر نہیں بن سکتے جس سے اس کی مخفی حقائق اِن پر کھل سکیں اور ان حقائق میں مضمر شدہ احوال ان پر طاری ہو سکیں جن سے حقیقی معرفت کا دَروازہ کھلتا ہے اور آدمی مبصّر بن جاتا ہے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات اور ان میں بھی بالخصوص

Marfat.com

صفت علم اور اخص خصوص صفت کلام جو اس کے علوم کی ترجمان اور معبّر ہے اور اس کا مظہر اتم قرآن حکیم اپنی اُصولیّت کلیّت، کمال جامعیت اور اُن شیُوُن الٰہیہ سے بھرپور ہونے کی وجہ سے جن سے یہ کلام سرزد ہوا ہے ذات ہی کی طرح لامحدود الحقائق لامحدود المعارف اور لامحدود المطالب ہے جو ایک نوع نہیں بلکہ ماضی و مستقبل اور حال کی ہزارہا انواع علوم پر حاوی اور شامل ہے۔

فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم ھو الفصل لیس بالھزل

اس میں تم سے پہلوں کی باتیں ہیں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور درمیانی حال کے احکام ہیں وہ یقینی چیز ہے مذاق نہیں۔

من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدیٰ فی غیرہ اضلّہ اللہ وھو حبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم وھو الذی لا تزیغ بہ الاھواء ولا تلتبس بہ الالسنۃ ولا تشبع منہ العلماء ولا یخلق عن

جس متکبر نے اسے چھوڑا اس کی گردن خدا نے توڑ دی اور جس نے ہدایت اس کے سوا میں ڈھونڈی اسکو خدا نے گمراہ کر دیا وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ حکیمانہ یادداشت ہے وہ سیدھا راستہ ہے وہ وہ چیز ہے کہ اس سے دلوں کے میلانات ٹیڑھے نہیں ہوتے اور زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں اور اس سے علماء

Marfat.com

کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ و کبھی سیر نہیں ہوتے وہ کثرت تلاوت سے
ھوالذی لم تنتہ الجن اذ سمعتہ پرانا نہیں پڑتا اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں
حتی قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی ہو سکتے وہی ہے کہ جب جناب جیسی سرکش
الی الرشد فآمنا بہ من قال بہ قوم نے اُسے سُنا تو سرکشی سے اک دم
صدق ومن عمل بہ اُجر ومن حکم رک گئے اور یہی کہتے بن پڑا کہ ہم نے عجیب
بہ عدل ومن دعا الیہ ھدی الی کلام سنا ہے جو بزرگی کی طرف لیجاتا ہے
صراط مستقیم خذ ھا الیک یا اعور ہم تو اس پر ایمان لے آئے حقیقت یہ ہے
(ترمذی عن حارث الاعور) کہ جو اسے زبان پر لایا اس نے سچ کہا
جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر ملا جس
نے اس کے ساتھ حکم کیا اس نے انصاف کیا
اور جس نے اس کی طرف بلایا اسے سیدھے
سچے راستہ کی ہدایت ہوئی۔ سوائے
اعور اسے مضبوط تھام لے۔

اتنا جامع اتنا ہمہ گیر اتنا وسیع العلم کلام جو ماضی کی خبروں مستقبل کی اطلاعوں اور حال کے احکام کو سمیٹتے ہوئے جس کا بولنا سچائی ہو عمل اجر ہو حکم عدل ہو دعوت ہدایت ہو اور جس کے عملی عجائبات کی کوئی حد و نہایت نہ ہو علماء کا کبھی اس سے پیٹ نہ بھرے

Marfat.com

جسکی تعبیرات اصولیت وکلیت کی انتہا پر پہنچی ہوئی ہوں جن کے لفظ لفظ سے حقائق و معارف ٹپکے پڑ رہے ہوں جس کی تعبیر ایسی حکیمانہ ہو کہ اس کی عبارت سے الگ الگ علوم واحکام نکلیں اور اس کی دلالت اشارت سے الگ معارف آلہیہ پیدا ہوں اور اقتضاء سے الگ پھر اس کی آیات بینات علاوہ محکم اور ظاہر وصریح آیات کے باطنی اسرار کی آیات الگ ہوں جو اس کی نوع بنوع اعجازی فصاحت وبلاغت کی غمازی کر رہی ہوں کوئی آیت خفی ہے کوئی مجمل کوئی مشکل ہے اور کوئی کنایہ پھر ان ظواہر وبواطن کیساتھ باطنی کیفیات اور دقائق نفس پر الگ مشتمل ہوں اور نفسیات پر الگ دیانات پر الگ اور سیاسیات پر الگ سو ایسے محیر العقول اور اعجازی کلام سے معانی نکالنا مطالب اخذ کرنا اور شیؤن روحانیت سے آشنا بن کر مراد خداوندی کو غیر مراد سے متمیز کر کے سمجھنا ظاہر ہے کہ بلا خدائی رہنمائی کے ممکن نہ تھا اور اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ کوئی ایسا کلام اُس کی تفہیم کا واسطہ بنے جس کا متکلم تو ہم قریشوں میں سے ہو لیکن اپنے قلب صافی اور دماغ عالی کی جہت سے عرشیوں میں سے ہو وہ اس کلام سے متعلقہ شیؤن آلہیہ کے عکوس و

Marfat.com

ظلال سے بھرپور ہو ان کیفیات سے پوری طرح آشنا اور اُن کے
رنگ میں رنگا ہوا ہو جن سے یہ کلام حق نکلکر اس تک پہنچا ہے
ساتھ ہی مویّد من اللہ ہو اور خدا نے ہی اُسے اپنی مُراد سمجھائی
ہوئی اور وہی اس کے ظاہر و باطن کی تربیت فرما کر اس کے
دل و دماغ کو اپنے اس معجز کلام سے ہم آہنگ بنائے ہوئے ہو
جس سے وہ ان جامع مطالب کی تشخیص و تعیّن کر کے انھیں
ہمارے محدود فہموں کے قریب کر دے ظاہر ہے کہ وہ کلام خدا ہی
کے رسول کا کلام ہو سکتا تھا جس نے اولاً خود کلام آلہی کو اللہ سے
سُنا اور اس کی رہنمائی سے سمجھا اور اسی ذوق و کیفیت سے اپنے
مخاطبوں کو سمجھایا اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے کلام کے ساتھ
رسول اور کلام رسول اتارا تاکہ تلاوت آیات کے بعد تعلیم
و تربیت کے ذریعہ جو عادتاً کلام اور افہام و تفہیم ہی سے
ممکن ہے ان کیفیات میں ڈوبے ہوئے معانی کو قلوب سے
قریب کیا جائے۔ جس کی صورت عادتاً یہی ہو سکتی تھی کہ لب و لہجہ
ہیئت کذائی سے، ماحول کے عرفی مقتضیات سے، اور ساتھ ہی
بتوسط الفاظ قلبی تاثیر و تصرف سے اس مراد کو نفوس میں اتارا
جائے اور نہ صرف اتارا ہی جائے بلکہ دلوں کو ان مرادی کیفیات

Marfat.com

سے اتنا ہم آہنگ کر دیا جائے کہ مرادِ حق دلوں میں اُتر اُتر کر غیر مراد کے تصور کی بھی نفس میں گنجائش باقی نہ رہے۔ نظر بوجوہ بالا کہا جا سکتا ہے کہ جسطرح ذات خداوندی تک بلا رسول کے واسطہ کے ہماری رسائی ناممکن تھی اسی طرح کلام خداوندی تک بلا کلام رسول ہمارے فہموں کی رسائی ناممکن تھی۔

کلامِ مجید کے نزول اور شرح و بیان کی ذمہ داری

جس طرح حق تعالیٰ نے اپنا قانون اور کلام خود ہی اتارنے کا ذمہ لیا کہ مخلوق خود ویسا جامع اور اٹل قانون بنانے پر قادر نہ تھی اسی طرح اس کے شرح و بیان کی ذمہ داری بھی حق تعالیٰ نے خود ہی لی کہ مخلوق بلا بتلائے اس کے ضمائر اور مخفیات و مرادات کو از خود پا لینے پر قادر نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ نزول وحی کے وقت اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے الفاظ کو یاد رکھنے کے لئے بار بار زبان سے رٹتے اور تکرار فرماتے تاکہ ذہن میں الفاظ وحی جم جائیں تو حق تعالیٰ نے تکرار لسان سے بایں عنوان روکتے ہوئے کہ

لا تحرك به لسانك لتعجل به (اے پیغمبر اپنی زبان مت ہلاؤ جلدی نہ کرو)

اور پھر قرأتِ حق کو محض سنتے رہنے کی ہدایت بایں عنوان

Marfat.com

فرماتے ہوئے کہ

فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ — جب ہم اس قرآن کو پڑھیں تو آپ صرف سنتے رہیں۔

ذمہ دارانہ ارشاد فرمایا:۔

انّ علینا جمعہ وقرآنہ — ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا (آپ کے سینہ میں) جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے اسے پڑھوا دینا

یہ ذمہ داری ظاہر ہے کہ وحی کے الفاظ کو سینہ نبوی میں محفوظ کر دینے سے متعلق تھی کیونکہ پیغمبر کی زبان کی حرکت اور قرأت حق نیز پیغمبر کا اُسے سُنتے رہنے کا تعلق الفاظ ہی سے ہو سکتا ہے۔ معنی سے نہیں۔ معنی نہ رٹنے کی چیز ہے نہ قرأت کی اور نہ سننے کی۔ اس لئے الفاظ وحی کے بلا کم و کاست سینہ نبوّت میں اتار دینے اور محفوظ کر دینے کی ذمہ داری تو اس آیت سے ثابت ہو گئی۔

اس کے بعد الفاظ وحی کے معنی و مطالب کا درجہ تھا تو انھیں بھی حضور اکرم پر نہیں چھوڑا گیا یہ کبھی نہیں ہوا کہ آپ آیات قرآنی کو سامنے رکھ کر غور فرماتے ہوں کہ اس آیت کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے اور ایک یہ اور ان میں سے فلاں مطلب چونکہ الفاظ پر

Marfat.com

زیادہ چسپاں ہے اس لئے یہی مراد خداوندی ہوگا۔ نہیں بلکہ بیان مراد اور معانی قرآن کے کھولدینے کا ذمہ خود حق تعالیٰ ہی نے لیا اور فرمایا۔

ثم ان علینا بیانہ — پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس قرآن کا بیان

ظاہر ہے کہ یہ بیان اس قرأت کے سوا ہی کوئی چیز ہو سکتی ہے جس کا ذمہ اس آیت کے پہلے ٹکڑے میں لیا گیا تھا ورنہ اس دوسرے ٹکڑے کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔ پھر یہ کہ الفاظ کے سنا دینے کو بیان کہتے بھی نہیں قرأت کہتے ہیں بیان کسی مخفی یا مبہم یا غیر معلوم بات کے کھولدینے کو کہتے ہیں جو علم میں نہ ہو سو الفاظ جب کہ حضور سُن چکے اور آپ کے علم میں آچکے تو ان کے کھولدینے کے تو کوئی معنی ہی نہیں بن سکتے کہ یہ علاوہ محاورۂ ولغت کے غلط استعمال کے تحصیل حاصل بھی ہوگا جسے محال کہا جاتا ہے اس لئے لامحالہ بیان کا تعلق لُغت محاورہ اور عقل کی رو سے الفاظ سے نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ الفاظ کے بعد معانی و مرادات ہی رہ جاتے ہیں جو الفاظ سُن لینے کے باوجود بھی مخاطب پر مخفی رہ سکتے ہیں اس لئے متعین ہو جاتا ہے کہ بیان کا لفظ معانی و مطالب کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ وہ لغتاً بھی معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے حاصل یہ نکلا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام کے معانی

سمجھانے کا ذمہ بھی خود ہی لیا۔

مَطالبُ قرآنی پر کسی کو حَاکم نہیں بنایا

جس سے واضح ہوگیا کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں من جانب اللہ ہیں پیغمبر علیہ السلام ان دونوں میں مُدعی نہیں بلکہ ناقل اور امین ہیں یعنی نزول الفاظ جمع الفاظ حتیٰ کہ اقراء الفاظ بھی اُدھر ہی سے ہوا اور بیانِ معانی شرح مطالب اور تعین مراد بھی اُدھر ہی سے ہوا ظاہر ہے کہ جب پیغمبر کو بھی معانی و مرادات کے سمجھنے میں بیانِ حق کے تابع رکھا گیا جن پر خود قرآن اُترا تو امّت کی کیا مجال تھی کہ اُس کے فہم کو مطالب قرآنی پر حاکم بنا کر آزاد چھوڑ دیا جاتا اور وہ سلسلۂ معانی میں مدعی یا مجتہد بن بیٹھتی اس لئے اسے بھی حق تعالیٰ نے فہم مُراد میں بیان حق ہی کا تابع رکھا اور وہی بیان جو اپنے پیغمبر کے سامنے خود حق تعالیٰ نے دیا تھا جس سے آپ نے مرادات ربّانی کو سمجھا تھا اسی بیان کی نقل و روایت کا ذمہ اپنے پیغمبر پر عائد فرما دیا کہ وہ امّت کو اس بیان سے یہ مرادات ربّانی سمجھائیں اور تعلیم کردیں۔ فرمایا :-

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس اور ہم نے اتارا تمہاری طرف (اے پیغمبر)

Marfat.com

ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون ذکر (قرآن) تاکہ تم اسے لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کردو جو ان کی طرف اتارا گیا اور تاکہ وہ (خود بھی) تفکر کرسکیں۔

گویا تفکر کا درجہ بھی فہم مُراد کے بعد رکھا گیا تاکہ تفکر کا تعلق تعین مُراد سے نہ رہے بلکہ اس بیان کے ذریعہ متعیّن شدہ مُراد کے دائرہ میں محدُود رہ کر فکر اپنا کام کرے تاکہ اس تفکر سے مرادات خداوندی ہی کے حقائق ولطائف کھلیں غیر مُراد چیزیں محض لفظوں کی آڑ لیکر پیدا نہ کی جائیں کہ وہ معارف الٰہیہ نہوں گے بلکہ تخیّلات نفسانیہ اور اوہام ردّیہ ہوں گے جو ناقابل التفات فلسفہ ہوگا۔ حکمت نہ ہو گی۔

دوسری جگہ قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا :-

وما انزلنا علیک الکتاب الّا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ اور ہم نے یہ کتاب تم پر (اے پیغمبر) نہیں اتاری مگر اس لئے کہ تم کھول کر بیان کردو ان باتوں کو جن میں لوگ جھگڑے (اور اختلافات) میں پڑے ہوئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ جھگڑا یا تو خود قرآن کے بارے میں ہوگا کہ اس کی آیتوں کے معنی میں لوگ اختلاف ڈالیں اور جھگڑے میں پڑ جائیں یا معاملات میں ہو گا جس میں ہر فریق اپنے کو حق بجانب

Marfat.com

ثابت کرنے کے لئے قرآن ہی سے سند لانے کی کوشش کرتا ہو اور اس طرح معاملہ کے حکم میں اختلاف پڑ جائے دونوں کا قرار واقعی علاج بیان رسول کو بتلایا گیا جس سے معنی اور معاملہ کا ایک رُخ متعین ہو جائے پس یہ بیان دو مختلف باتوں میں ترجیح اور تشخیص کا کام دیگا اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہ بیان اس قرآن سے الگ ہو اگر وہ بعینہٖ وہی قرآن ہو تو جب کہ لوگوں نے خود اسی میں جھگڑا ڈالا ہوا ہے تو ان جھگڑالو لوگوں کے لئے وہی مختلف فیہ معنی فیصلہ کیسے بن سکینگے اس لئے نبی کا بیان کو جو بیان الٰہی ہے قرآن کے علاوہ ایک حقیقت کہا جائیگا جو ان مختلف پارٹیوں یا افراد کے سوچے سمجھے مختلف معانی کے حق میں مُرجح ہوگا جس سے اختلاف چُک جائیگا اور فیصلۂ حق سامنے آجائے گا.

حدیث نبوی قرآن کا بیان ہے

اس سے صاف واضح ہے کہ یہ بیانِ رسول اس قرآن سے الگ کوئی چیز ہے جو قرآن کے حقائق اور اوجہل شدہ معانی کو متعین طریق پر کھولکر سامنے رکھدیتا ہے اور جب کہ وہ نکلا ہوا اُسی نور سے ہے جس سے قرآن نکلا تو اُس میں اس نور کو نمایاں کرنے کی جو قوت ہوگی وہ کسی دوسرے کلام میں نہیں ہو سکتی

Marfat.com

بس اُسی بیان کا نام خواہ وہ قولی ہو یا عملی سکوتی ہو یا تقریری قرآن کی اصطلاح میں بیان ہے اور حضور کی اصطلاح میں اُس کا نام حدیث یا سنّت ہے جو حدّ ثوا عنّی۔ یا علیکم بسُنّتی سے مفہوم ہوتا ہے یہ بیان مبہات قرآنی کیلئے ایضاح ہے مجملات قرآنی کیلئے تفصیل ہے۔ مشکلات قرآنی کے لئے تفسیر ہے مخفیات قرآنی کے لئے اظہار ہے۔ کفایات قرآنی کیلئے تصریح ہے جس کے بغیر اختلافات کا فیصلہ اور مراوات خداوندی کی تعین کی کوئی صورت نہیں اسلئے مجموعۂ حدیث نبوی مجموعۂ قرآن کیلئے یا ہر ہر حدیث نبوی الگ الگ کسی نہ کسی آیت کے لئے بیان ہے اور آیتوں کے مضمرات چونکہ مختلف الانواع ہیں اس لئے ان کے یہ بیانات بھی مختلف الانواع ہیں اور اس لئے ان کے اصطلاحی نام بھی جُدا جُدا ہو گئے۔ مثلاً اگر آیت و روایت کا بعینہٖ ایک ہی مضمون ہے تو حدیث کو بیان تاکید کہا جائے گا۔ اگر آیت کے مختلف محتملات میں سے کسی ایک احتمال کو حدیث نے متعیّن کیا ہے تو بیان تعیین کیا جائے گا اگر آیت کا پیش کردہ حکم مقدار کے لحاظ سے مبہم ہے جسے حدیث نے مشخص کیا ہے تو بیان تقریر کہا جائے گا۔ اگر آیت کے کسی اجمال کو حدیث نے کھولا اور پھیلایا ہے تو بیان تفصیل ہوگا۔ اگر آیت کے کسی چھوڑے ہوئے مضمون مثلاً کسی قصہ کے ٹکڑے کو یا دلیل کے کسی مقدمہ کو حدیث نے

Marfat.com

اُس کے سَاتھ مِلا دیا ہے تو بیان الحاق کہا جائے گا اگر آیت کے حکم کی وجہ حدیث نے ظاہر کی ہے تو بیان توجیہ کہا جائے گا اگر آیت کے کسی کُلیہ کا کوئی جزیہ حدیث نے ذکر کر دیا ہے تو بیان تمثیل ہوگا اگر حکم آیت کی عِلّت حدیث نے واضح کی ہے تو بیان تعلیل کہا جائے گا اگر کسی قرآنی حکم کے خواص وآثار حدیث نے کھولے ہوں تو بیان تاثیر کہا جائے گا۔ اگر کسی حکم آیت کی حدود حدیث نے واضح کی ہوں تو بیان تحدید کہا جائے گا۔ اگر کسی عام کا کوئی فرد مشخص کر دیا ہو تو بیان تخصیص کہا جائے گا۔ اگر آیت کے کسی جُزیہ کے مشابہ کوئی جزیہ کسی مشترک عِلّت کی بنا پر حدیث نے پیش کیا ہو تو بیان قیاس کہا جائے گا اگر آیت کے کسی اصول کلی سے حدیث نے کوئی جزیہ مستنبط کر کے پیش کیا ہے تو بیان تفریع کہا جائے گا اگر قرآن کے کسی جزیہ سے حدیث نے کوئی کلیہ اخذ کر کے نمایاں کیا ہو تو بیان استخراج کہا جائے گا وغیرہ وغیرہ جنکی مثالیں طول کے خیال سے نقل نہیں کی گئیں غرض حدیث نبوی قرآن کا بیان ہے اور بیان کی مختلف انواع ہیں جو نوعیت مضامین کے لحاظ سے مشخص ہوتی ہیں اور انہی کی مناسبت سے اس بیان کا نام اور عنوان مشخص ہوتا ہے۔

کتاب و سُنّت کے مابین رابطہ کا پتہ چلانا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے یہ کام

Marfat.com

مجتہد یا راسخ فی العلم کا ہے کہ سنّت کے ان بیانات کی نوعیت کا پتہ چلا کر اسی کے مناسب اس بیان کو کتاب اللہ کی طرف رجوع کردے۔ اور اس بیان کو اس سے ماخوذ ثابت کردے مگر اس میں نہ ہر کس و ناکس کا فہم معتبر ہے نہ ہر ایک کو یہ علمی قوّت حاصل ہے کہ وہ کتاب و سنّت کے مابینی علاقہ اور رابطہ کا پتہ چلا کر اس پر حکم لگائے یہ کام اربابِ استنباط اور اصحابِ تفقّہ و اجتہاد کا ہے کہ وہ اس غامض علم پر بتوفیق خداوندی مطلع ہوں اور عوام علماء کو مطلع کریں۔

حدیث شریعت کی حجّۃ مستقلّہ بھی ہے

بہر حال جس قدر بھی حدیثی احکام ہیں وہ درحقیقت قرآن ہی سے ماخوذ اور اسی کا بیان ہیں البتہ ان کی خاص نوعیت کی وجہ سے ان میں دو جہتیں پیدا ہو جاتی ہیں ایک جہت تابعِ قرآن ہونے کی ہے سو اس جہت سے اس کا نام بیان قرآن ہوگا گو اس بیان اور قرآن کا درمیانی واسطہ دقیق ہو اور بغیر عمیق علم کے ہر ایک پر نہ کھلے۔ دوسری جہت اُس کی تشریع احکام کی ہے اس کی رُو سے حدیث ایک مستقل مصدر تشریع اور شریعت کی حجۃ مستقلہ ثابت ہوگی اس لئے جن نصوص سے حدیث کا بیان ہونا واضح ہوتا ہے اُن سے تو حدیث کی تابعیّت اور فرعیت

Marfat.com

کی شان نمایاں کی گئی ہے اور جن نصوص سے حدیث مصدر تشریع ثابت ہوتی ہے اُن سے اس کے احکام کو مثل احکام قرآن بتلا کر حدیث کا قرآن کے مماثل حجت شرعیہ ہونا واضح کیا گیا ہے جیسے حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے.

ألا انی اُوتیت القرآن ومثلہ معہ — خبردار رہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے (ابوداؤد)

یا فرمایا گیا ہے۔

وان ما حرم رسول اللہ کما حرّم اللہ - — اور تحقیق رسول اللہ نے بعض چیزیں حرام کی ہیں جیسے اللہ نے حرام کیں.

اس سے تشریعی طور پر حدیث کی استقلالی شان واضح کی گئی ہے رہا یہ پہلو کہ بعضے وہ احکام جو احادیث میں ہیں اور قرآن میں نہیں جیسے مقدام بن معدی کرب کی حدیث میں آپ نے حجیت حدیث اور اس کی مستقل تشریعی شان کو نمایاں کرتے ہوئے فرمایا کہ حمار اہلی کی حرمت قرآن میں نہیں اسے رسول اللہ نے حرام کیا ہے یا درندوں کے گوشت کی حرمت کلام اللہ میں نہیں کلام رسول میں ہے وغیرہ وغیرہ جن سے حدیث کی نہ صرف مستقل شانِ تشریع ہی قرآن سے الگ ہو کر ثابت ہوتی ہے بلکہ بظاہر بعض احکام کا قرآن سے علاقہ بھی ثابت نہیں ہوتا جو بظاہر

Marfat.com

حدیث کے بیانِ قرآن ہونے کے منافی اور سابقہ دعویٰ کے خلاف ہے
جس میں تمام احادیث کے بیان قرآن ہونے کا اِدعّی کیا گیا تو جواب یہ ہے
کہ یہ روایت اور یہ احکام حدیث بھی بیان قرآن ہونے سے نہیں نکل سکتے کیونکہ
اِس قسم کی روایات کے احکام گو جزوی طور پر کسی خاص آیت میں نظر نہ پڑیں
مگر وہ کلّی طور پر آیت کے ذیل کے بیان ثابت ہوں گے جسے قرآن نے ایک
مستقل اصول کی حیثیت سے بیان فرما دیا ہے

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما — جو رسول لا کر دیں اس کو لے لو اور جس سے روک
نھاکم عنہ فانتھوا — دیں اس سے رک جاو

پس اس قسم کے تمام احکام جن کو اللہ کے رسول
نے مشروع فرمایا ہے درحقیقت اس مذکرہ آیت
کا بیان واقع ہو رہے ہیں جس میں رسول کو خود
احکام دینے کی ہدایت دیگئی ہے اور تشریع رسول
کو تشریع آلٰہی کے متوازی قرار دیا گیا ہے گویا اوپر کی
دو ذکر کردہ حدیثیں درحقیقت اس آیت کا بیان واقع
ہو رہی ہیں اور اس طرح حدیث نبوی کے دیئے ہوئے
مستقل احکام سب اسی آیت کے نیچے آکر بیانِ قرآن
ثابت ہو جائیں گے چنانچہ سلف صالحین اور صحابہ کرام

Marfat.com

ایسے مستقل حدیثی احکام کو اسی آیت کی رو سے قرآنی احکام اور بیانِ قرآن کہتے تھے. عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بڑھیا نے کہا کہ آپؓ گودھنے والی عورت پر لعنت کرتے ہیں حالانکہ قرآن میں گودھنے کی ممانعت کہیں بھی نہیں ہے۔ فرمایا کاش تو قرآن پڑھتی ہوتی کیا قرآن میں یہ آیت نہیں ہے کہ جو رسول لا کر دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا کہ بس اسی کی رو سے رسول نے واشمہ (گودھنے والی) پر لعنت کی اور اس فعل قبیح سے روکا تو یہ حکم رسول اس آیت کا بیان ہو کر قرآنی حکم ہو گیا یا جیسے امام شافعیؒ نے ایک بار حرم مکہ میں بیٹھ کر علمی جوش میں فرمایا آج میں ہر سوال کا جواب قرآن سے دونگا۔ تو کسی نے حرم میں قتل زنبور (تتیا مارنے) کا حکم پوچھا کہ قرآن میں کہاں ہے؟ (جو امام شافعیؒ کا مذہب ہے) فرمایا آیت مَآ اٰتاکم الرسول سے تو حکم رسول کا ماننا واجب نکلا اور حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدا کرو) سے ابو بکر و عمر کے حکم کا ماننا واجب نکلا اور عمر نے فرمایا یقتل الزنبور فی الحرم (حرم میں تتیا بھڑ مار دی جا سکتی ہے) اس لئے یہ قتل زنبور کا حکم بیک واسطہ آیت ماآتاکم الرسول کا بیان ثابت ہو کر قرآنی حکم ثابت ہوا۔

Marfat.com

بہر حال حدیث کی دو جہتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک بیان قرآن ہونے کی جو اس کے تفویضی ہونے کی دلیل ہے اور ایک اس کے مستقل حجّت ہونے کی جو مخفی رشتہ سے گو بیان قرآن بھی ہو مگر جلی طور پر وہ حکم رسول اور حکم حدیث ہے جو حجیت میں اس کے مماثل قرآن ہونے کی جہت ہے اس لئے حدیث میں ان دو پہلوؤں کے لحاظ سے دو شانیں پیدا ہو جاتی ہیں ایک اصل ہونے کی اور ایک فرع ہونے کی۔ سو وہ قرآن کے لحاظ سے تو فرع مانی جاوے گی کہ وہ اس کا بیان ہے۔ اور بیان تابع اصل ہوتا ہے اور اجتہادی فقہوں کے لحاظ سے اصل مانی جاوے گی۔ کہ احکام اُس سے ماخوذ بھی ہیں اور اس سے شرح شدہ بھی ہیں۔ اس طرح حدیث ایک برزخِ کبریٰ ثابت ہوئی جو قرآن سے علم لیتی ہے اور فقہ کو دیتی ہے۔ اگر حدیث درمیان میں نہ ہو تو فقہ کا کوئی جوڑ براہِ راست قرآن سے نہیں لگ سکتا اور مفہوم بھی نہیں ہو سکتا۔

حدیث کا تعلق قرآن اور فقہ کیساتھ

اسی بنا پر اُمّت میں حدیث نبوی کی جو اہمیت تسلیم کی گئی ہے۔ وہ کسی علم کی نہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کی تو تفسیر ہے اور فقہ کا متن ہے۔ اس لئے حدیث کے بغیر نہ قرآن حل

Marfat.com

ہو سکتا ہے نہ فقیہ بن سکتا ہے۔ اس لئے اِملاء حدیث کی مجلسیں اور حدیث سُنانے کی محفلیں جس دھوم دھام سے اسلامی حلقوں میں منعقد ہوئیں۔ دُنیا کی کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں ملسکتی کہ اپنے رسول کے کلام کو اِس تحفّظ اور تیقّظ کے ساتھ کسی قوم نے محفوظ کر دکھایا ہو اور اُس سے نوع بنوع مسائل اور شرائع اور علوم کا استنباط کیا ہو۔ حدیث کے بارے میں یہ دھوم دھام درحقیقت قرآن فہمی کی دھوم دھام تھی اور ساتھ ہی ساتھ فقہ سازی کی دھوم دھام بھی تھی جو (فقہ) قرآن وحدیث کے اجمالات کی تفصیل اور کتاب وسُنّت کے تخم سے نکلا ہوا ایک شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑ قرآن ہے۔ بنیادی تنہ اور ساق جس پر درخت کھڑا ہوا ہے حدیث ہے اور پھول پتیوں کا پھیلاؤ فقہ اور مستنبطات ہیں سرِدست اِس سے بحث نہیں کہ فقہی اور اجتہادی مسائل کی اسلام میں کیا نوعیت ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟ بلکہ صرف فقہ کے نشوونما اور وجود پذیر ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالنی ہے کہ وہ حدیث کا نتیجہ اور قرآن کا ثمرہ ہے۔ لیکن یہ نتیجہ اور ثمرہ بلاواسطہ حدیث وجود پذیر ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لئے حدیث دو بعید چیزوں

Marfat.com

کو یا ہم ملا دیتی ہے۔ یعنی کلام مجتہدین کو کلام ربّ العلمین سے مربوط کر دیتی ہے۔ پس جس طرح اللہ اور بندوں کے درمیان رسول واسطہ ہیں کہ اُن کے بغیر بندے خدا تک نہیں پہونچ سکتے۔ اسی طرح کلام خدا اور کلام اجتہاد و استنباط کے درمیان کلام رسول واسطہ ہے کہ اُس کے بغیر کلام عباد کو کلام خدا سے کوئی سند نہیں مل سکتی۔ اسلئے جو طبقہ بھی حدیث کو ترک کر دیگا نہ وہ قرآن تک پہونچ سکے گا نہ فقہ تک گویا اس کے ہاتھ میں دین کی کوئی بھی اصل اور حجت باقی نہ رہے گی اور وہ محض اپنے نفسانی تخیلات کا بندہ ہوگا۔ جنہیں اغوا شیطانی سے اُسنے فرمانِ خداوندی سمجھ رکھا ہوگا حالانکہ اس میں کلام خدا اور کلام رسول تو بجائے خود ہے کلام فقہا تک کے سمجھنے کی بھی اہلیت نہ ہوگی۔

سند میں کلام کی گنجائش اور حجیّت حدیث سے انکار

بہر حال حدیث نبوی دین کے لئے حجتِ شرعی، تفریعی مسائل کے لئے ماخذ، اور قرآن کے لئے واضح ترین بیان اور شرح ہے۔ حدیث اپنے ثبوت کے لحاظ سے ظنی سہی، مگر اپنی ذاتی نوعیت کے لحاظ سے قرآن کی طرح قطعی ہے۔ اس میں

Marfat.com

ظنیت اگر آئی ہے تو حدیث ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ سند کے سلسلے سے آئی ہے اگر یہی حدیثی حکم ہمیں بلا واسطہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالمشافہ دیتے تو اس کی اطاعت اسی طرح فرض تھی جس طرح قرآنی حکم کی۔ اس قطعیت میں اگر فرق پڑا ہے تو کلام رسول ہونے کی جہت سے نہیں بلکہ درمیانی وسائط کی وجہ سے جس سے اسکا حکم رسول ہونا قابل غور ہوا کہ نہ حکم رسول کا ماننا قابلِ تامل ہوا کیونکہ اُس کے ماننے کی قطعیت تو ما آتکم الرسول سے ثابت شدہ ہے جس کا ماننا قرآن کا ماننا اور جس سے انکار کرنا قرآن سے انکار کرتا ہے۔ نیز اس کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے۔ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اس لئے اطاعت رسول سے انکار اطاعتِ خداوندی سے انکار ہے جس سے دونوں کا ماننا قطعیت کیساتھ فرض ٹھیرتا ہے۔ اس لئے بحث حدیث کی نہیں بلکہ سند اور روایات کی ہے پس اگر اس کی سند و روایت اسی نوعیت کی ہیں جو نوعیت قرآن کی روایت کی ہے تو بلا شبہ وہ حدیث مورث یقین بن جائے گی جیسے حدیث متواتر کہ اس کا ماننا فرض قطعی ہوگا اور اگر سند اور ثبوت میں کسی شبہ کی گنجائش پیدا ہو جاوے تو حدیث موجب ظن ہوگی اسلئے اصولاً انکار حدیث یا انکار حجیتِ حدیث کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ سند میں کلام کرنے کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔ سو وہ حدیث

Marfat.com

یا حجیت حدیث کا انکار نہیں۔ اگر کوئی اس گنجائش کی وجہ سے حدیث سے انکاری ہے تو وہ دھوکہ میں ہے کیونکہ اس گنجائش کا اثر زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ سند کے بارے میں چھان بین کی جاوے اور جس درجہ کی سند ہو اسی درجہ کی حدیث سمجھی جائے۔ نہ یہ کہ حدیث یا اس کی حجیت سے انکار کر دیا جائے پس اس سے حدیث کے حجت ہونے کے درجات یا اس کی حجت سے درجات متفاوت نکلیں گے یعنی جس درجہ کی سند ہوگی اسی درجہ کی حدیث ہوگی اگر سند حدیث کے رجال سب کے سب اصولِ فن کے لحاظ سے ثقہ اور عادل وضابط ہونگے اور ساتھ ہی مسلسل اور متصل ہوں تو حدیث واجب القبول ہو جائے گی ورنہ اس درجہ کی نہ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ سند میں کلام کی گنجائش ہونے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ حدیث قطعی نہیں یا ثابت نہیں نہ یہ کہ حدیث حجت نہیں یا کلام رسول حجت نہیں ہوسکتا یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ راستہ کی خرابی کی وجہ سے اگر کوئی شخص منزلِ مقصود تک نہ پہونچ سکے تو کہدے کہ منزل ہی غیر موجود یا معدوم ہوگئی۔ ایسے شخص کو مالیخولیا کا مریض کہکر پاگل خانہ بھیجا جائے گا۔ نہ کہ اسکی جوابدہی کی فکر کی جائے گی۔ اسلئے ضعفِ سند وغیرہ کی وجہ سے اصولاً تو انکارِ حدیث کی گنجائش نہیں نکلتی زیادہ سے زیادہ اس سندِ خاص کے انکار کی گنجائش نکل آتی ہے جو اہلِ فن کی رائے میں مجروح ہو۔ سو وہ انکار حدیث نہیں تنقید سند ہے۔

Marfat.com

کلام رسول کے اثبات وتحفظ میں قرآن کا اہتمام

اس سے بھی زیادہ دانشمندی یہ ہے کہ حدیث کا انکار قرآن کے سر رکھ کر کیا جائے حالانکہ قرآن اُسے بیان قرآن کہہ رہا ہے اس بیان کو اہمیت دے رہا ہے اس کے بارے میں خدا کی ذمہ داری دکھلا رہا ہے اور پھر خدا ہی کی طرف سے اس ذمہ داری کو رسول کے سر عائد کر رہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حدیث کے انکار کی گنجائش نہ تو اس کی سند کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ضعف سند کی صورت میں زیادہ سے زیادہ گنجائش اس سند خاص کے انکار یا اس پر تنقید کی نکلتی ہے جسے انکارِ حدیث نہیں کہا جا سکتا تنقید سند کہا جائے گا ان دونوں کو ملا کر خلط ملط کر دینا عقل کے مختلط ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی حدیث کے انکار کی گنجائش قرآن کی آڑ لیکر ہو سکتی ہے جبکہ قرآن اسے اپنا بیان کہہ کر اُس کیساتھ خدائی ذمہ داری دکھلا رہا ہے۔ بہر حال کلام رسول کے اثبات وتحفظ میں قرآن کا یہ اہتمام دیکھتے ہوئے اسی قرآن کو کلام رسول کی نفی کی دلیل سمجھ لیا جانا مالیخولیا سے بھی کچھ آگے ہی کا درجہ رکھتا ہے۔ نیز اسی طرح حدیث کا انکار اس وجہ سے کیا جانا کہ اس میں درمیانی روایت کا واسطہ آگیا ہے اس سے بھی زیادہ دانشمندی کی دلیل ہے کیونکہ اس مصنوعی

Marfat.com

اصول سے تو قرآن کا اقرار و تسلیم بھی باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ وہ بھی تو ہم تک بوسائط ہی پہونچا ہے۔ اسی طرح اگر اس وجہ سے حدیث کا انکار کیا جائے کہ اس کے رُواۃ عدد یا کیفیت میں قرآن جیسے نہیں۔ یعنی ایسے اور اتنی نہیں جیسے اور جتنے قرآن کے ہیں۔ سو اس کا حاصل بھی زیادہ سے زیادہ یہ نکل سکتا ہے کہ چونکہ فلاں قسم حدیث کی سند قرآن کی سند جیسی نہیں اسلئے ہم اسے قرآن جیسا قطعی الثبوت نہیں مانتے نہ یہ کہ ہم جنس حدیث کو نہیں مانتے کیونکہ یہ عبارت کہ رواۃ ایسے اور اتنے نہیں تفاوت سند پر دلالت کرتی ہے نہ کہ انکار سند پر۔ بہرحال جنسِ حدیث کے انکار کے لئے کوئی اصولی راستہ نہیں نکلتا کہ منکرین حدیث اس کے ذریعے راہِ مفر اختیار کریں۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنسِ حدیث کے بیان قرآن ہونے سے تو ہمیں انکار نہیں جبکہ اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے لیکن اِس جنس کی انواع و اقسام کی اور اس کے مشخص افراد کا ماننا ہمارے ذمہ ضروری نہیں جبکہ تشخیص کے ساتھ قرآن نے انواع حدیث کے بارے میں کوئی تصریح نہیں کی۔ لیکن اوّل تو یہ شبہ ہی مہمل ہے کیونکہ اگر قرآن کوئی اصلِ کلّی بیان کردے تو اسکی جزوی مثالوں اور فروعات کو اس کی تاریخ میں تلاش کرنا چاہیئے نہ کہ خود اس کے اوراق میں ورنہ وہ دستور اساسی کیا ہوگا اچھا خاصا بائی لاز ہو کر رہ جائیگا۔ جو اس کی شان کے منافی ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن میں تو شرعیات کی بنیادیں

Marfat.com

ہی قائم کی گئی ہیں۔ ان کی جزئیات کو بھی اسی میں تلاش کرنا قانون اساسی کی وضع سے بے خبری بلکہ اس کے بارے میں بے حسی کی دلیل ہے۔ اسلئے جب جنسِ حدیث کو قرآن سے ثابت شدہ مان لیا گیا تو اس کی فروعات اور انواعِ اقسام کو بالادلی ثابت شدہ مان لیا گیا۔ جبکہ فروعات جنس میں مدغم ہوتی ہیں اور ضمناً وہ بھی اصل کے ساتھ ثابت شدہ مانی جاتی ہیں اسلئے اصل کے اقرار کے بعد فروع کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

تعداد رواۃ کے اعتبار سے روایت کی چار قسمیں

البتہ اس سلسلہ میں ایک مطالبہ کسی حد تک جائز سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ جب قرآن نے جنسِ حدیث کو خود ثابت کیا اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی تو کم از کم اس اہم ترین اصول کی کوئی ایک آدھ مثال تو اسے دے دینی چاہیئے تھی جس سے حدیث کے تنوع اور تعددِ انواع کا جواز سمجھ میں آجاتا۔ جس سے آنے والوں کیلئے حدیث کے انقسام اور ان کی حد بندیوں کے لئے سندِ جواز مل جاتی تو میں عرض کروں گا کہ قرآن نے کمال جامعیت کیساتھ یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا ہے اس نے نہ صرف انواع حدیث کی ایک آدھ مثال ہی دیدی ہے بلکہ سند اور رجال کے اعتبار سے حدیث کی

بنیادی قسموں پر بھی کافی روشنی ڈالدی ہے جس سے راویوں کی تعداد اور اُن کے اوصاف کے لحاظ سے حدیث کا مقام بھی متعیّن ہو جاتا ہے۔ اور اقسام کی طرف بھی راہ نمائی ہو جاتی ہے۔ اُسے سمجھنے کیلئے پہلے اس پر غور کیا جائے کہ محدّثین نے حدیث کی بنیادی تقسیم کیا کی ہے جس سے بقیہ اقسامِ حدیث شاخوں کی طرح اُسی سے شاخ در شاخ ہو کر نکلتی گئی ہیں۔ سو جہاں تک تعداد رواۃ کے اعتبار سے روایت کی چار ہی قسمیں ہو سکتی ہیں جنھیں محدّثین نے فنِ مصطلحاتُ الحدیث میں اولیّت کا درجہ دیا ہے

خبر غریب

ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر ہم تک کسی حدیث کی روایت ایک ایک ایک راوی سے ہوتی آرہی ہو۔ اگر درمیان میں راوی کہیں ایک سے زائد بھی ہو جائیں تب بھی اُسے ایک ہی ایک راوی کی روایت شمار کیا جادے گا۔ اس حدیث کا نام محدّثین کی اصطلاح میں خبر غریب یا خبر فرد ہے۔ ایسی روایت سے گو قطعی یقین حاصل نہ ہو لیکن ظن ضرور پیدا ہو جاتا ہے جس کا دین و دنیا کے تمام معاملات میں قطعی طور پر اعتبار کیا گیا ہے اور ایسی خبر نہ صرف یہ کہ رد نہیں کیجا سکتی بلکہ اُس پر ہزارہا دنیوی و اُخروی معاملات کا فیصلہ کر دیا جانا ایک مسلّمہ اور مروّجہ حقیقت ہے البتہ اس میں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہوں اور ان کے حفظ و عدالت پر کوئی

Marfat.com

تہمت نہ ہو۔

خبر عزیز دوسری صورت یہ ہے کہ پیغمبر سے لیکر ہم تک کسی روایت کو دو دو ثقہ اور عادل آدمی روایت کرتے آرہے ہوں خواہ درمیان میں کہیں رواۃ کا عدد دو سے بڑھ بھی جائے مگر وہ دو دو ہی کی روایت شمار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ خبر پہلی روایت کی قوّتِ سند کے لحاظ سے بڑھی ہوئی ہوگی اور اس لئے اگر یہ پہلی روایت صرف ظن کا فائدہ دیتی تھی تو یہ غلبہ ظن کا فائدہ دے گی۔ اور وہ معاملات میں پہلی سی زیادہ قوی حجت سمجھی جائے گی ایسی خبر کو محدثین کی اصطلاح میں خبر عزیز کہتے ہیں۔

خبر مشہور تیسری صورت یہ ہے کہ اوپر سے نیچے تک کسی روایت کو کم از کم تین تین ثقہ آدمی روایت کرتے آرہے ہوں گو بیچ میں اس سے زیادہ بھی ہو جائیں مگر یہ روایت تین ہی تین آدمی کی شمار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت دوسری روایت سے کہیں زیادہ قوی اور معاملات میں قوی ترین حجت شمار ہوگی۔ جس کا انکار عادت و عرف میں صریح مکابرہ اور جحود سمجھا جائے گا۔ اس خبر سے نہ صرف غلبہ ظن بلکہ فی الجملہ یقین پیدا ہو جائے گا۔ گو ضابطۂ قضا میں وہ یقین نہ کہلائے۔ لیکن دیانتاً اُسے یقین کہتے ہیں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جائے گی۔ ایسی خبر کو محدثین کی اصطلاح

Marfat.com

میں خبر مشہور کہتے ہیں

خبر متواتر

چوتھی صورت یہ ہے کہ اوپر سے نیچے تک کسی روایت کو تین اور چار کی قید سے بالاتر ہو کر اتنے ثقہ اور عادل افراد روایت کرتے آرہے ہوں جن کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عادتاً محال ہو اور کسی دور میں بھی چار سے کم نہوں خواہ زائد ہو جائیں اور زائد کی کوئی حد مقرر نہیں۔ تو یہ روایت تیسری نوع روایت سے بدرجہا مضبوط اور قوّت و اعتبار میں انتہائی حد پر پہنچی ہوئی ہوگی اور اس سے نہ صرف دیانتاً ہی یقین حاصل ہو جائے گا بلکہ وہ یقین پیدا ہوگا جسے عرف عام اور ضابطہ و قانون میں بھی یقین ہی کہا جائے گا اور کسی حالت میں بھی اس کا ردّ و انکار جائز نہوگا بلکہ وہ حجت قطعیہ سمجھی جائے گی اس خبر کا نام اصطلاح محدّثین میں خبرِ متواتر ہے

تواتر کے اقسام و درجات

اب اگر تواتر افراد سے گذر کر طبقات اور بڑی بڑی جماعتوں تک پہونچ جائے اور کسی روایت کو ہر دور میں ایک جم غفیر اور جماعتیں کی جماعتیں روایت کرتی آرہی ہوں تو ظاہر ہے کہ تواتر کی قوّت میں اور زیادہ استحکام پیدا ہو جائے گا۔ تاہم جنسِ تواتر ایک ہی رہے گی۔ اس جنس کی ان دو قسموں کے اصطلاحی نام حضرت الاستاد الاکبر علامہ انور شاہ قدس سرہٗ نے تجویز فرمائے تھے تواتر کی ابتدائی قسم کا نام تواتر سندی اور دوسری قسم کا نام تواتر قرنی

Marfat.com

وضع فرمایا تھا پس قرآن کریم کی روایت تواتر قرنی ہے۔ بہرحال۔ متواتر روایت میں کسی ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی ایسی خبر کا منکر زبان خلق پر مطعون یا مجنوں کہلائے گا کیونکہ یہ متواتر روایت گویا زبانِ حق ہوگی جو زبانِ خلق سے کام کرے گی اس لئے اس خبر کو گویا خدا کی خبر اور خدائی منقل در روایت کہا جائیگا۔ جسے جھٹلانے کی کوئی اصولی صورت ممکن نہ ہوگی کیونکہ اس خبر کا محافظ خود خدا ہوگا نہ کہ مخلوق۔

بہرحال روایت کے سلسلہ میں ایک سے لیکر چار تک حصر عقلی کے ساتھ یہ چار ہی صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں راویوں کے لحاظ سے ہر زائد عدد والی روایت کم عدد والی روایت سے مضبوط اور محکم ہوگی اور اسی حد تک اس کی حجت اور اعتبار کا درجہ بڑھتا جائے گا بالفاظ دیگر روایت جس قدر بھی فرد سے گذر کر جماعت کی حد میں آتی جائے گی اسی قدر ظن سے یقین اور یقین سے کمالِ یقین کی طرف بڑھتی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ شریعت نے ایک عدد سے گذر کر دو کے عدد کو جماعت تسلیم کیا ہے۔ فرمایا گیا۔

الاثنان وما فوقھما جماعۃ" دو اور دو سے زیادہ جماعت ہے

چنانچہ نماز میں اگر دو بھی جمع ہو جائیں تو شرعاً وہ نماز جماعت کہلائیگی اور تین ہو جائیں تو جماعت معہ ہو جائیگی۔ گویا تین افراد کا مجموعہ شرعاً معتد بہ ہے پس جماعت کی حد ایک کے بعد ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ پھر اگر عدد تین سے بھی بڑھ جائے

Marfat.com

مثلاً چار یا اُس سے زائد افراد اکٹھے ہو جائیں تو وہ جماعت کبیرہ کے حکم میں آجائے گی جس سے جمعہ بھی ادا کیا جا سکے گا جس کا موضوع ہی شرعی جامعیت اور اجتماعیت ہے جیسا کہ لفظ جمعہ اور اس کے مادّہ (جمع) سے ظاہر ہے۔ پھر یہ جماعت کبیرہ اگر ثقہ اور عادل لوگوں پر مشتمل ہو جن کا ایک ایک فرد ثقہ و عدالت کا مجسمہ ہو گویا ایک ایک اُمّت اور جماعت کے حکم میں ہو بفحوائے انّ ابراھیم کان امّۃ تو یہ جماعت ایک جماعت عظیم کے حکم میں ہو گی جس کی کہی ہوئی بات قطعیت کے انتہائی مقام اور یقین کے اعلیٰ ترین درجہ پر سمجھی جائے گی جس سے زیادہ یقین اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی نہ صرف اصطلاحاً بلکہ اصولاً اور فطرتاً اس سے قلوب اطمینان کی ٹھنڈک محسوس کرینگے۔ پس جماعت کی حد ایک کے بعد ہی سے شروع ہو جاتی ہے اور چار پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔ آگے اگر درجہ ہے تو کمال جماعت کا ہے نہ کہ اصل جماعت کا اسلئے تعدد روایت کے سلسلہ میں اعتماد یقین اور اطمینان اور اعتبار کا قصہ بھی کم از کم چار کے عدد پر پہونچکر پورا ہو جاتا ہے۔ آگے یقین و اطمینان میں اضافہ کے درجات آتے رہیں گے۔ لیکن نفس یقین کا سرچشمہ چار ہی کا عدد رہے گا بشرطیکہ راوی ثقہ اور عادل ہوں اس لئے راویوں کے عدد کے لحاظ سے روایت کی چار قسمیں حصر عقلی کیساتھ نکلتی ہیں جو خبر غریب۔ خبر عزیز۔ خبر مشہور اور خبر متواتر کے نام سے محدثین کے

Marfat.com

یہاں معروف ہیں۔

خبر متواتر اور اُس کی حجیّت کا ثبوت خود عینِ قرآن ہے

تدبّر کیا جائے تو قرآن حکیم نے جنس حدیث کے اثبات کے ساتھ روایت کی ان چاروں قسموں کی بنیادیں بھی خود ہی قائم کر دی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے خبر متواتر اور اس کی حجیّت کا ثبوت تو خود قرآن کریم کی ذات ہی ہے۔ جس کی روایت کا طریقہ ہی تواتر ہے۔ جس سے وہ زمانہ نبوی سے ہم تک منقول ہوتا ہوا آرہا ہے گویا قرآن کی روایت ہی تواتر کا وجود ہے اگر تواتر سے انکار کر دیا جائے تو قرآن کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ اور ظاہر ہے کہ جو قرآن اور اس کی حجیّت کو تواتر کی بنا پر تسلیم کرے گا اسے خبر متواتر اور اس کی حجیّت کو بھی قطعی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا۔ ورنہ قرآن کی حجیّت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ جو تواتر قرآن کی حجّت ماننے کا موجب ہوا ہے وہی تواتر حدیث متواتر میں بھی موجود ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اُسے حجت نہ مانا جائے اور کوئی وجہ نہیں کہ علت تو دونوں جگہ مشترک ہو اور حکم الگ الگ ہو جائے۔ یہ صحیح کہ قرآن کا تواتر بہت اونچا اور ایک خاص تواتر یعنی

Marfat.com

تواتر قرن ہے جن کا مقابلہ عام تواتر نہیں کرسکتا۔ لیکن اس فرق کا ثمرہ زیادہ سے زیادہ فرق مراتب نکلے گا۔ نہ کہ نفس تواتر کا انکار کیونکہ اس کا حاصل یہ ہوگا کہ قرآن کریم کے تواتر سے اگر کمال یقین حاصل ہو جس کا درجہ اونچا ہے تو نفس تواتر سے نفس یقین حاصل ہو۔ نہ یہ کہ نفس تواتر غیر معتبر ہو جائے۔ پس کمال تواتر کا ثمرہ قوت یقین ہے نہ کہ اصل تواتر اور اس کا ثمرہ (نفسِ یقین) کا انکار جو لوگ قرآن کے اعلیٰ ترین تواتر کو سامنے رکھکر حدیث متواتر کی حجیت سے انکاری ہیں۔ وہ درحقیقت قرآنِ متواتر کی حجیت کے بھی قائل نہیں اور یا پھر حدیثِ متواتر کے انکار تواتر جھوٹے ہیں کیونکہ کمال تواتر میں بہرحال نفس تواتر بھی تو موجود ہے اور کمال یقین میں بلاشبہ اصل یقین بھی مضمر ہے۔ پس کمال تواتر کی حقیقت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ نفس تواتر میں اضافہ ہو جائے ایسے ہی کمال یقین کی حقیقت اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ اصل یقین میں زیادتی ہو جائے اور کوئی شخص بھی اضافہ تک بغیر اصل سے گذرے ہوئے نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے زیادہ کا قائل درحقیقت اصل کا بھی قائل ہے۔ جو اس زیادہ میں مضمر ہے۔

اندریں صورت اضافہ کو سامنے رکھکر اصل کا انکار کردینا

Marfat.com

دُرحقیقت اضافہ سے بھی اِنکار ہے وَرنہ بغیر اصل کے یہ اضافہ آخر آیا کہاں سے ؟ اور یہ منکر اس تک پہنچا کیسے ؟ پھر بھی اگر وہ اضافہ کا نام لیکر اصل کا انکار ہی کرتا رہے تو اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی نیچے کی منزل منہدم کرکے اوپر کی منزل پہ رُہنے کا دعویٰ کرے سو جیسے یہ شخص عقلا کے نزدیک جھوٹا اور دروغ گو شمار ہوگا ایسے ہی وہ شخص بھی جھوٹا شمار ہوگا۔ جو قرآن متواتر کی حجیّت کو تواتر کی بنار پر مانکر حدیث متواتر کی حجیّت کا انکار کرنے لگے کیونکہ خبر متواتر ہی کا تو یہ تواتر ہے۔ جس پر اضافہ ہوکر قرآن کا کماں تواتر رونما ہوا ہے۔ بہرحال خبر متواتر اور اس کی حجیت کا ثبوت خود عین قرآن اور اس کی روایت ہے۔

قرآن کے طریق روایت سے مطلق روایت و خبر کا ثبوت

بلکہ اگر غور کیا جائے تو قرآن کریم کی روایت سے صرف خبر متواتر ہی کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ نفس روایت و خبر کے معتبر ہونے کا ثبوت بھی باسانی نکل آتا ہے کیونکہ قرآن کی روایت ظاہر ہے کہ روایت متواترہ ہے۔ اور روایت متواترہ ایک قسم ہے

Marfat.com

نفسِ روایت کی۔ گویا نفس روایت وخبر مقسم کا درجہ ہے۔ اور خبر متواتر اس کی ایک قسم ہے اور ظاہر ہے کہ قسم کو مانکر مقسم کا انکار یا قسم کو معتبر مانکر مقسم غیر معتبر ہونے کا اقرار ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مقید مانکر مطلق کا انکار کر دے یا خاص مانکر عام کا انکار کر دے۔ حالانکہ مقید بن ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ مطلق نہو۔ اور خاص بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ عام نہو۔ اس لئے قرآن کی روایت خاص یعنی متواتر کا اقرار کر کے آدمی مطلق روایت کے اقرار سے کبھی بچ ہی نہیں سکتا۔ جبکہ یہ مطلق روایت اس مقید میں موجود ہے اور خبر متواتر کے معتبر ہونے کو مانکر نفسِ خبر و روایت کے معتبر ماننے سے کبھی گریز کر ہی نہیں سکتا۔ جب کہ متواتر کے اعتبار میں نفس روایت کا اعتبار بھی آیا ہوا ہے۔ اس لئے قرآن کے طریق روایت سے محض خبر متواتر ہی کا ثبوت نہیں ہوتا جو قسم کا مرتبہ ہے بلکہ مطلق خبر کے معتبر ہونے کا بھی ثبوت ہو جاتا ہے۔ جو مقسم کا مرتبہ ہے۔ جس کے معنی یہ نکلے کہ اصولاً نفسِ روایت اپنی اقسام کے ذیل میں حسب مراتب خود بلاشبہ معتبر اور واجب التسلیم ہے خواہ وہ قرآن کی روایت ہو یا غیر قرآن کی۔ اس لئے حدیث کی روایت کا معتبر ماننا قرآن کی

Marfat.com

روایت کو معتبر ماننے کے بعد ضروری ہو جاتا ہے۔ البتہ دونوں کی روایت کے درجات و مراتب کی قدر اُن کے احکام کے مراتب و درجات کے فرق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اصل کے انکار کی کوئی صورت نہ ہو گی

منکرین حدیث کیلئے دو راستے

اس لئے منکروں کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا دوسرے سے نقل و روایت کا انکار کریں اور کھل کر حدیث کے ساتھ قرآن کے بھی منکر ہو جائیں لیکن اگر وہ قرآن کی روایت کو مانیں تو اس کے ضمن میں نفس روایت کو مان کر روایتِ حدیث کا ماننا بھی اُن کے سر عائد ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قرآن کو مان کر حدیث کا انکار کر دیں ورنہ وہ نفس روایت کے ہی منکر کہلائیں گے۔

مطلقاً ثبوتِ قرآن سے خبر متواتر کا ثبوت

مزید غور کیا جائے تو روایت متواترہ کا ثبوت قرآن کی

Marfat.com

روایت ہی کو سامنے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ مطلقاً قرآن کے ثبوت سے بھی ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ قرآن کی روایت ہی سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے کیونکہ قرآن کو حجت مان کر سوال یہ ہوتا ہے کہ اس قرآن کا قرآن ہونا آخر ہمیں کیسے معلوم ہوا ؟ اگر خود قرآن ہی سے معلوم ہوا تو درحالیکہ ابھی تک خود قرآن کا قرآن ہونا ہی ثابت شدہ نہ ہو قرآن سے کسی چیز کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے ؟ جسے تقدم شئی علیٰ نفسہ کہتے ہیں۔ لامحالہ غیر قرآن ہی سے قرآن کا قرآن ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ غیر قرآن بجز پیغمبر کی خبر کے اور کیا ہو سکتا ہے ؟ جو منقول ہو کر بلا کم و کاست ہم تک پہنچے اور اسی کا نام حدیث ہے۔ اسلئے قرآن کا قرآن ہونا خود حدیث پر موقوف نکلا۔

اندریں صورت یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن تو واجب التسلیم ہو اور حدیث نہ ہو۔ ورنہ خود قرآن کا ثبوت اور وجود بھی ممکن نہ رہے گا۔

Marfat.com

قطعیّت قرآن سے خبر متواتر کی قطعیّت کا ثبوت

ساتھ ہی یہ کہ جس خبر سے ہم کو قرآن جیسی قطعی یقینی اور اہم ترین کتاب کا علم ہو وہ خبر بھی قطعیت میں قرآن سے کم نہ ہونی چاہیئے۔ ورنہ اگر وہی ظنّی ہو تو قرآن کا ثبوت قطعی نہ رہے گا بلکہ ظنی ہو جائے گا جس کے انکار سے نہ کفر عائد ہوگا نہ اس پر ایمان لانا ہی فرضِ قطعی رہے گا جس سے ایمان کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اس لئے اس خبر کا قطعی اور انتہائی طور پر موجب یقین ہونا ضروری ہے اور ایسی خبر بجز متواتر کے دوسری نہیں ہو سکتی۔ اسلئے قرآن کے ثبوت سے پہلے مگر قرآن ہی کی نسبت کیسا تھ نہ صرف جنسِ حدیث ہی کا ثبوت ہاتھ لگا جو جنس اور مقسم کا مرتبہ ہے بلکہ اس کی ایک قسم خاص خبر متواتر کا ثبوت بھی نکل آیا اس لئے قرآن کو قرآن کہنے والا تو کم سے کم نفسِ حدیث اور اس کی ایک قسم متواتر کا کبھی انکار کر نہیں سکتا ورنہ وہ تسلیم قرآن کے دعوے میں بھی جھوٹا اور منافق شمار کیا جاوے گا۔ ہاں قرآن ہی کا کوئی کھلے بندوں انکار کرنے لگے تو ہمیں اس تحریر میں اس سے تعرض کرنا نہیں۔ کیونکہ منکرِ قرآن کا جواب دوسرا ہے جس سے یہاں بحث نہیں۔ بہرحال قرآن کو کسی بھی جہت سے مانا جاوے کم از کم حدیث کا متواتر ماننا ضروری

Marfat.com

ہو جائیگا جس کے لئے قرآن کی روایت بھی ایک مستقل ثبوت ہے اور خود عین قرآن کے اقرار کے نسبت بھی ایک مستقل ثبوت ہے جس کے ضمن میں نفسِ حدیث کا ثبوت بھی خود بخود آ جاتا ہے۔ اسلئے خبر متواتر کا ثبوت تو قرآنِ حکیم سے بحمداللہ مل گیا

خبر مشہور و خبر عزیز اور خبر غریب قرآن کی روشنی میں

اب حدیث کی بقیہ تین قسموں مشہور، عزیز اور غریب پر قرآن کی روشنی میں غور کیجئے۔ سو خبر مشہور جو کم سے کم تین ثقہ راویوں کی روایت سے منقول ہو اس کا اور اس کی حجیت کا ثبوت بھی ہمیں قرآن سے ملتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے اصحاب القریہ کے بارے میں فرمایا جو سورۂ یٰسین شریف میں ہے۔

و اضرب لهم مثلًا اصحاب القرية	یا دکر و گاؤں والوں کی مثال جبکہ ان
اذ جاءها المرسلون اذ ارسلنا	کے پاس رسول آئے جب ہم نے ان کی طرف
اليهم اثنين فكذبوهما فعززنا	دو رسول بھیجے تو انہوں نے انھیں جھٹلا دیا
بثالثٍ فقالوا انا اليكم مرسلون	تو ہم نے تیسرے سے تقویت دی اور (ان
	تینوں) نے کہا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر
	بھیجے گئے ہیں)

Marfat.com

اس سے واضح ہے کہ دو کی تکذیب کر دینے پر تیسرے کا اضافہ اصولاً اس وجہ سے تھا کہ عادتاً تین ثقہ اور عادل افراد کو جھٹلانا فطرتِ انسانی کے خلاف ہے اور اس سے گاؤں والوں پر خدا کی حجت تمام ہو جائے گی۔ کیونکہ تین آدمی کا مجموعہ جماعت کہلاتا ہے اور عادتاً نہ تو تین افراد کی جماعت اور وہ بھی نیک اور پارسا لوگوں کی ملکر جھوٹ بول سکتی ہے اور نہ ہی اُسے جھٹلایا ہی جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں نقل در روایت کے سلسلے میں تین کا عدد پیشِ نظر ہے۔ رسالت کا وصف پیشِ نظر نہیں کیونکہ رسول تو ایک بھی ثقاہت و عدالت اور صدق و امانت میں ساری دُنیا سے بڑھ کر ہوتا ہے اگر گاؤں والوں کو رسالت کی عظمت پیشِ نظر ہوتی تو وہ ایک رسول کی بھی تکذیب کی جرأت نہ کرتے اور کرتے تو وہ خود ہی غیر معتبر ٹھہر جاتے رسولوں کے عدد میں بلحاظ وصفِ رسالت اضافہ کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اُن پر قانونی حجت تمام کرنی تھی تو آخر کار تین کا عدد مکمل کر کے رسالت ان تک پہنچوائی گئی کہ دنیا کے عام اصول پر تین سچے انسانوں کی خبر کسی طرح بھی قابلِ رد شمار نہیں کی جاتی۔

اس سے یہ اصول واضح ہو جاتا ہے کہ اگر تین تین کی روایت سے کوئی خبرِ روایت ہوتی ہوئی ہم تک پہونچے تو قرآن کی رُو سے بلحاظ روایت وہ ہرگز رد نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس سے نہ صرف غلبۂ ظن بلکہ دیانتاً

Marfat.com

یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ جس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی اور جبکہ یہی نوعیت خبر مشہور کی ہے تو قرآن کریم سے خبر مشہور اور اس کی حجیّت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اندریں صورت خبر مشہور کے ثبوت اور اس کی حجیّت کا منکر درحقیقت قرآن کے اس اصول اور آیت بالا کا منکر ہے جس کو منکرِ قرآن کہا جائے گا۔

اسی طرح خبر عزیز جس کی روایت دو ثقہ راوی کریں قرآنِ حکیم سے ثابت اور معاملات میں از روئے قرآن حجّت ہے ارشاد قرآنی ہے

واشهدوا ذوی عدل منکم	اور گواہ بناؤ دو عدل والوں کو اپنے میں
واقیموا الشهادة لله	سے اور بوجہ اللہ شہادت قائم کرو۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ ذو کی شہادت محض معتبر ہی نہیں بلکہ حجت بھی جس پر دین اور دنیا کے ہزارہا جانی مالی۔ اخلاقی اور مابینی معاملات کا فیصلہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ قضائے قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہو جاتی ہے۔ یہ شہادت ظاہر ہے کہ روایت ہے اس روایت کا نام شہادتِ تعارف کے طور پر محض اس لئے رکھ دیا گیا ہے کہ وہ سرکاری طور پر کسی مقدمے یا خصومت میں قاضی یا مجسٹریٹ یا ثالث و سرپنچ کے سامنے دی جاتی ہے جس سے اس میں سرکاری اہمیت پیدا ہو جاتی ہے ورنہ وہی روایت ہے جو عدالت کے کمرے سے باہر روایت کے نام سے موسوم ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس نام یا نسبت

Marfat.com

کے فرق سے ایک سرکاری خبر ہے اور ایک نجی۔ یا ایک اطلاع قضاءً ہے اور ایک دیانتاً خبر کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر یہی شاھد عدالت کے کمرے سے باہر نکلکر یہی روایت پبلک کے سامنے بیان کرے تو تبدیلئ نام ونسبت کے سوا اور فرق ہی کیا ہوگا بس اب اُسے شہادت کے بجائے روایت کہنے لگیں گے۔ لیکن خبر اور مخبر کی حقیقت وہی رہے گی جو عدالت کے کمرہ میں تھی اس لئے شہادت کی تمام شرائط درحقیقت روایت کی شرائط ہیں۔ پس جیسے شہادت بلا واسطہ ہو تو اس کا عینی ہونا ضروری ہے کہ شاہد اپنا مشاہدہ یا سماع بیان کرے ایسے ہی روایت میں بھی راوئ اوّل کے لئے بھی یہی شرط ہے کہ روایت کردہ واقعہ اس کا چشم دید یا براہِ راست خود شنیدہ ہو۔ پھر جیسے روایت بالواسطہ بھی ہوتی ہے ایسے ہی شہادت بھی بالواسطہ ہوسکتی ہے جسے شہادت علی الشہادت کہتے ہیں اور جیسے ان وسائط کی شہادت کیلئے ضروری ہے کہ جس پر شہادت کی انتہا ہو وہ اپنا چشم دید یا خود شنیدہ واقعہ بیان کرے۔ ایسے ہی روایت کی سند کے لئے بھی ضروری ہے کہ اُس کی انتہا جس پر ہونی چاہیئے۔ کہ راوئ اوّل اپنا مشاہدہ یا سماع نقل کرے پھر ثقہ اور اعتماد کی جو شرائط شاہد کیلئے ہیں وہی راوی کے لئے بھی ہیں جن کی تفصیلات فن میں مدوّن ہیں۔ غرض شہادت و روایت ایک ہی چیز ہے۔ اس لئے

Marfat.com

اگر شہادت شرعاً حجّت ہے تو بلاشبہ روایت بھی حجّت ہے۔ فرق ہے تو قضاء اور دیانت کا ہے نہ کہ اصل خبر کا۔

پس قرآنِ کریم نے آیتِ بالا میں دو آدمی کی شہادت کو معتبر اور حجّت مان کر درحقیقت دو کی روایت کے معتبر اور حجّت ہونے کا اعلان کیا ہے۔ پس اگر یہ دو کی روایت عدالت جیسی اہم جگہ میں قانوناً معتبر ہے جس میں سیاسی اہمیت بھی موجود ہے تو انہی دو کی روایت عدالت سے باہر دیانات کے حلقوں میں جہاں وہ سیاسی اہمیت بھی نہیں ہے دیانتاً کیوں معتبر اور حجّت نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ بلکہ اُسے بدرجۂ اولیٰ معتبر اور حجت ہونا چاہیئے۔ اس لئے دو دو کی روایت کے معتبر اور واجب التسلیم ہونے کا ماخذ بھی قرآن حکیم ثابت ہوا جس کا نام خبر عزیز تھا اور واضح ہوا کہ خبر عزیز اور اس کی حجیت کا منکر درحقیقت آیت بالا کا منکر ہے جسے منکر قرآن کہا جائے گا۔ رہی خبر غریب جسے خبرِ فرد بھی کہا جاتا ہے اور جسے ایک ایک آدمی روایت کرے سو قرآن حکیم کی ایک نہیں بیسیوں آیتیں اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اس کی حجیّت پر روشنی پڑتی ہے۔

ایک ہی فرد پر سارے ادیان کا دارومدار ہے

اوّل تو سارے انبیاء کے

Marfat.com

ممکن ہے کہ اِس ثبوت میں یہ خدشہ کیا جائے کہ گفتگو ہے انسانوں کی خبر فرد میں اور نظیر لائی جا رہی ہے فرشتوں کی خبر فرد سے حالانکہ کسی جنس کے لئے نظیر ہم جنس ہی کی معتبر ہوتی ہے۔ اور یہاں انسان اور فرشتہ میں کوئی جنسی اشتراک نہیں تو پھر ایک نوع کی نظیر دوسری نوع پر کیسے حجّت ہو سکتی ہے؟ گو یہ شبہ قابلِ التفات نہیں۔ جبکہ خبر کی نوعیت دونوں جگہ ایک ہے خواہ وہ فرد انسان ہو یا فرشتہ یہاں فرق اگر ہے تو راویوں کی جنس کا ہے۔ نہ کہ روایت کی جنس کا روایت اور اوصاف روایت کی نوعیت دونوں جگہ یکساں ہے۔ اس لئے کے تفاوتِ جنس سے روایت کے ثبوت میں کیا خلل آسکتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک راوی چین کا ہو اور ایک عرب کا ایک مشرق کا ہو ایک مغرب کا مگر جبکہ وہ اصولِ روایت کے مطابق روایت کریں تو ان کے وطنوں اور رنگوں کے فرق سے روایت میں کیا فرق پڑ سکتا ہے ایسے ہی کسی خبر فرد کے راوی آسمان کے باشندے ہوں یا زمین کے بسنے والے۔ مگر روایت کے تمام اصول و قوانین کی رعایت سے روایت کریں تو اسے زمین کے باشندوں کے لئے بطور نظیر پیش کئے جانے میں آخر اشکال کیا ہو سکتا ہے؟ پھر اچھے اوصاف کا سرچشمہ بہرحال ملائکہ ہی ہیں اور انسانوں کو اُن کی ملکیت سے استفادہ کا مکلف ٹھہرایا

Marfat.com

گیا ہے. ظاہر ہے کہ یہاں فرشتہ سے اس کی ذات کا استفادہ منظور نہیں کہ آدمی فرشتہ ہو جائے بلکہ فرشتہ کے اوصاف سے یا استفادہ مطلوب ہے جو باوجود اختلاف جنس کے مطلوب ہے اور نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے چنانچہ مثالوں میں کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان پر ملکیت کا غلبہ ہے گویا بشر کیلئے ملائکہ کی اخلاقی نظیرین حجت ہو سکتی ہیں اور اوصاف میں یہ اشتراک جنسوں کے اختلاف کے باوجود بھی ہو سکتا ہے تو روایت کے بارے میں ملائکہ کے اوصاف روایت انسانوں کے حق میں کیوں ناقابل اعتبار اور ناقابلِ قیاس ہو جائیں گے؟ اس لئے یہ مذکورہ شبہ اصولاً مہمل ہے۔

ہر اُمّت کے پاس اُس کا ایک ہی ھادِی آیا

تاہم اس بحث سے الگ ہو کر جب کہ مقصود مخاطبوں کو اطمینان دہانی ہے تو ہم روایت فرد کے بارے میں ملکی نظیر سے ہٹ کر بشری نظیر بھی قرآن کریم ہی سے پیش کئے دیتے ہیں ہم نے سابق میں خبر مشہور کے بارے میں تین پیغمبروں کی جماعتی خبر سے استدلال کرتے ہوئے خبر مشہور کا قرآن کریم سے ثبوت پیش کیا تھا اس لئے خبر فرد کے

Marfat.com

بارہ میں تن تنہا ایک پیغمبر کی خبر یقیناً خبر فرد کے ثبوت کے لئے کافی ہو جانی چاہیئے سو کون نہیں جانتا کہ امّت کو پیغمبر سے جو خبر بھی ملتی ہے وہ ایک ہی کی ہوتی ہے یہ تو صرف اصحاب القریہ ہی کی خصوصیت تھی کہ اُن کے پاس اکٹھے تین پیغمبر بھیجدیئے گئے جنہوں نے جماعتی طور پر پیغام الٰہی پہنچایا ورنہ ہر امّت کے پاس اُمت کا ایک ہی ہادی و نذیر آیا اور اس ایک ہی نے خدائے برتر کی طرف سے خبریں دیں۔ حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ حضرت ہود۔ حضرت صالح وغیرہم علیہم الصلوٰۃ السلام تنہا تنہا ہی اپنی امتوں کی طرف مبعوث ہوئے اور ایک ہی ایک نے خدائی دین کی نقل و روایت خدا کی طرف سے امت کے سامنے پیش کی یہ خبر فرد نہیں تھی تو اور کیا تھی؟ اس لئے قرآن نے جتنے بھی پیغمبروں کی دعوت کا ذکر کیا ہے وہ درحقیقت خبر فرد ہی کا ذکر ہے۔ جہاں جہاں بھی اذقال لہم نوح اذقال لہم ہود اذ قال لہم لوط وغیرہ وغیرہ کے کلمات وارد ہوئے اور وہ حجت تھے تو یقیناً یہ خبر فرد ہی کی حجیت اور اس کے واجب التسلیم ہونے کا زبردست ثبوت ہے جو قرآن کی بیسوں آیتوں میں پھیلا ہوا ہے پس خبر عزیز اور مشہور و متواتر کیلئے تو ایک ہی آدھ آیت بطور دلیل یا ثبوت دستیاب ہو گی لیکن خبر فرد کے لئے تو سینکڑوں آیتیں موجود ہیں

Marfat.com

جس سے اُن کا ثبوت سارے ثبوتوں سے زیادہ مضبوط اور اٹل ہوجاتا ہے اور جب کہ فرشتہ سے لیکر انبیاء تک خدائی خبریں ایک ہی ایک فرد سے آئین تو سمجھ لینا چاہیئے کہ تمام آسمانی شریعتوں اور ادیان کا مدار ہی خبر فرد کی روایت پر رہا ہے۔ نہ کہ خبر مشہور و متواتر پر اس لئے باین خصوصیت خبر فرد اپنی تمام ہم نوع خبروں سے فائق ہو جاتی ہے۔ اور اس کا ماننا اس لئے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ سارے دینوں کی مدار علیہ ہے اگر اوس سے انکار کر دیا جائے تو ساری شریعتوں کا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ شائد اس لئے خبر فرد کے ثبوت کے لئے قرآن نے خود اپنی آیتوں تک کا تواتر پیش کر دیا ہے۔ جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے اور اس لئے خبر فرد کا ماننا دوسری ساری واجب التسلیم خبروں کے ماننے سے کہیں زیادہ ضروری اور قطعی ہے۔ بلکہ غور کیا جائے تو انبیاءؑ کی اِن انفرادی روائیتوں اور اخبار فرد سے صرف اصولاً ہی خبر فرد کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ کلام رسول کی حیثیت سے بھی خبر فرد کا ایک واقعی حقیقت اور حجت ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ انبیاء سابقین کی یہ خبریں جہاں خبر فرد تھیں وہاں حدیث رسول ہی نہیں۔ کیونکہ کسی نبی کو بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامی معجزہ نہیں دیا

Marfat.com

گیا جس کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہوں صرف مضمون ہی منزّل من اللہ نہو پس وہ مضامین آلہٰی جو عامتہً قلوب انبیاء پر الہام کئے جاتے تھے جنہیں وہ اپنے الفاظ میں اُمّت کو سنا دیتے تھے ان کی یہ روایتیں بلحاظ الفاظ درحقیقت حدیث رسول ہوتی تھیں اور اُن کا وہی پلّہ ہوتا تھا جو اسلامی شریعت میں حدیث رسول کا ہے اس لئے انبیاء علیہم لسلام کی ان انفرادی خبروں سے نہ صرف خبر فرد ہی کا اصولی ثبوت قرآن سے ملا بلکہ عین حدیثِ رسول کے حجت ہونے کا ثبوت بھی سامنے آگیا جو ایک کی روایت سے اُمّت تک پہنچی ہو پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تمام خبریں جو قرآن کے علاوہ آپ نے بصورت حدیث صحابہ کو سُنائیں بجز خبرِ فرد کے اور کیا تھیں؟ بعد میں راویوں کے عدد کی قلت وکثرت کے سبب وہ مشہور و متواتر بنتی گئیں لیکن اپنی ابتداء میں تو یہ سب خبر فرد ہی تھیں اس لئے خبر فرد اپنے نوع بنوع ثبوت کیساتھ قرآن کی نصوص سے سامنے آجاتی ہے۔

رسُول کی روایت وصفِ رسالت سے الگ ہو کر اُصول روایت کی رُو سے بھی حجّت ہے

لیکن خبر فرد کی اس

Marfat.com

نوع میں جو پیغمبر کی واحد اطلاع سے سامنے آئے ممکن ہے کہ کسی کو وہی شبہہ ہو جو جبریل علیہ السلام کی خبر میں ہوا تھا اور یہ کہدیا جائے کہ رسول کی شخصیت ایک غیر معمولی شخصیت ہے اُن کے وصفِ رسالت کی عظمت کا ایک قدرتی دباؤ قلوب پر ہوتا ہے۔ خواہ وہ رسول ملکی ہو یا رسول بشری اس لئے اُن کی خبر کا ماننا درحقیقت رسالت کے دباؤ کا اثر ہے اصولِ فن کا تقاضہ نہیں اور نہ فنّی حیثیت سے وہ قرآن سے ثابت ہوتی ہے گویا رسول ملکی کیطرح رسول بشری کی خبر فرد بھی کوئی فنی یا اصولی خبر فرد نہیں کہ ان نظیروں سے اسے قرآن سے ثابت شدہ مانا جائے مگر میں عرض کروں گا کہ یہ شبہ بھی انکارِ حدیث کی طرح قرآن حکیم سے ناواقفیت اور اس میں غور نہ کرنے کے سبب پیش آیا ہے۔

قرآن نے کہیں بھی کسی پیغمبر کی خبر فرد کو محض پیغمبری یا رسالت کے دباؤ سے منوانے کی کوشش نہیں کی بلکہ صرف اصولِ روایت اور فنی قواعد کے لحاظ سے ہی اس کے ماننے اور واجب التسلیم سمجھنے پر زور دیا ہے چنانچہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر فرد کی قرآن نے توثیق کی ہے وہ وصف رسالت کی وجہ سے نہیں بلکہ اصولِ روایت کی رو سے کی ہے ارشاد ہے۔

Marfat.com

والنجم اذا هوی ماضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ

قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے یہ تمہارے (ہم وقت) ساتھ کے رہنے والے نہ تو (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط رستہ ہو لئے اور نہ ہی اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد فرمی وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ خبر فرد جو تن تنہا حضور سے اُمت کو پہنچی اور قرآن نے اُسے واجب الاعتبار ٹھیرایا تو یہ کہہ کر نہیں کہ آپ نبی اور رسول ہیں. بلکہ یہ کہکر اس روایت کے راوی میں کوئی تہمت یا مطاعنِ روایت میں سے کوئی طعن موجود نہیں جو روایت کو مخدوش بناتا ہو چنانچہ سب سے پہلے حضور سے مطاعن روایت کی نفی کی اور رسول کہکر نہیں بلکہ صاحبکم کہہ کر جس سے واضح ہے کہ خبر فرد کے منوانے میں رسالت کا دباؤ دلوں پہ ڈالنا مقصود نہیں پس اولاً ان مطاعن میں سے سب سے پہلے ضلالت کی نفی کی کیونکہ بے راہ رو اور ناواقف کی بات ہرگز قابلِ اعتبار نہیں ہوتی پھر غوایت کی نفی کی کیونکہ کجراہ جو کہ اوندھی سمجھ رکھتا ہو اوندھی ہی سمجھے اور اوندھی ہی بات کہے اس کی روایت ہرگز لائق التفات نہیں ہوتی۔ پھر ہوائے نفسانی کی نفی کی کیونکہ ہوا پرست خود غرض ہوتا ہے اور خود غرض کی بات متہم ہوتی ہے موجب سکون اور لائق اعتبار نہیں ہوتی

Marfat.com

یہ سب وہ ہی مطاعن روایت ہیں جن سے روایت مجروح اور مخدوش ہو جاتی ہے۔ آخر میں ان منفی اوصاف کی نفی کی علت پر مطلع فرمایا کہ وہ راوی کا صاحبِ وحی ہونا ہے جو پیغمبر کے سوا دوسرا نہیں ہوتا اور نبوت و رسالت ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے کہ اس کے ساتھ ضلالت غوایت اور ہوا نفس کبھی جمع نہیں ہو سکتی پس نبوّت کے وصف کو اوّل تو صراحتاً ذکر ہی نہیں کیا گیا اور وحی کے لفظ سے کنایتہً اگر ذکر بھی فرمایا تو منصب کی حیثیت سے نہیں بلکہ مطاعن روایت کے دفعیہ کے سلسلے میں بطورِ علت دفع ذکر فرمایا کہ جس ذات میں وحی و نبوت موجود ہیں وہاں ضلالت و غوائت اور ہوائے نفس کا کیا کام جس سے خبر غیر معتبر ہو جائے اس سے صاف واضح ہے کہ خبر فرد کے اعتبار و حجیّت کو وصف رسالت کے دباؤ سے نہیں منوایا جا رہا ہے بلکہ رسول کی روایت کو معیار روایت پر پورا پورا اترنے اور اصول روایت کی رو سے مطاعن روایت سے پاک ہونے کی وجہ سے واجب الاعتبار قرار دیا جا رہا ہے تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ رسول کی روایت وصف رسالت سے الگ ہو کر اصول روایت کی رو سے بھی واجب الاعتبار اور حجّت و سند ہے اور ظاہر ہے کہ رسول کی یہ خبر جس کے نطق کی اس آیت میں اطلاع دی گئی ہے

Marfat.com

خبر فرد ہے تو خبر فرد کے وجود اور حجیّت کا واضح ثبوت اصول روایت کی رو سے بھی قرآن سے نکل آیا۔

خبر فرد کا ثبوت قرآن نے غیر انبیاء کی نوع سے بھی دیا ہے

لیکن اس پر بھی اگر کوئی یہی کہے جائے کہ رسول کی بہرحال غیر معمولی شخصیت ہے اس لئے عمومی اور معمولی شخصیتوں کی خبر فرد کا ثبوت تو معمولی ہی قسم کی شخصیتوں کی روایت سے ہو سکتا ہے نہ کہ پیغمبروں کی غیر معمولی شخصیتوں سے۔ تو میں عرض کروں گا کہ قرآن نے اس کے بارے میں بھی ہمیں روشنی بخشی ہے اور خبر فرد کا ثبوت غیر رسول اشخاص سے بھی نظم قرآنی میں موجود ہے ارشاد ہے:۔

وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ

اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑے ہوئے آئے کہنے لگے اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں سو آپ چل دیجئے میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں۔ پس موسیٰ وہاں سے نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں

Marfat.com

ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو خبر دینے والا پبلک کا ایک معمولی آدمی ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس کی خبر مان لی جو بلاشبہ ایک فرد کی روایت تھی جماعت کی نہ تھی اور اس سے اثر بھی لیا قلب پر تو خوف کا اور ظاہر پر خروج کا. فخرج منها خائفا اس خبر فرد کو موسیٰ علیہ السلام نے مانا اور اس سے اثر اس لئے لیا کہ راوی میں کوئی طعن مطاعن روایت میں سے محسوس نہیں کیا چنانچہ اس نے اپنی روایت کی توثیق خود یہ کہکر کی کہ انی لک من الناصحین (میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں) اس کا حاصل یہ ہوا کہ میں یہ خبر ہوائے نفس یا کسی کے بہکائے سکھائے سے غلط نہیں دے رہا ہوں بلکہ آپ کا خیر خواہ ہوں اور مخلصانہ طریق پر مطلع کرنے آیا ہوں. ظاہر ہے کہ اوصاف راوی کے سلسلہ میں سب سے بڑا وصف بے لوثی ہے جس سے خبر کی پوزیشن صاف ہوتی ہے. پس شخص واحد روایت کرے جو پیغمبر نہیں اور پیغمبر اُس کی روایت کو قبول کرکے اس سے اثر لے یعنی غیر نبی کی روایت کو مان لے تو کیا اس سے بھی بڑھکر خبر فرد کے ثبوت اور اس کی حجیّت کے معتبر ہونے کا کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے؟ کہ وہ غیر نبی کی خبر ہو اور نبی کی قبول کردہ ہو. حالانکہ نبی کی ثقہ و عدالت کے سامنے غیر نبی کی ثقت و عدالت کوئی چیز ہی نہیں سمندر اور قطرہ کی بھی نسبت نہیں لیکن پھر بھی فرد واحد

Marfat.com

کی روایت اس لئے مان لی گئی کہ روایت اصولِ روایت کے مطابق تھی راوی متہم نہ تھا مجروح نہ تھا اور ہوائے نفسانی سے خبر نہیں دے رہا تھا بہر حال خبر فرد کا ثبوت قرآن نے ایک طرح سے نہیں بلکہ مختلف اندازوں سے پیش کیا ملائکہ کی نوع سے لیکر انبیاء تک اور انبیاء کی نوع سے لیکر غیر انبیاء کی نوع تک کی نظیریں اس بارہ میں پیش کیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خبر واحد کی اس قسم خاص (خبر فرد) کے اثبات میں قرآن کو بہت زیادہ اہتمام ہے گویا منکرین حدیث کے برعکس اور علی الرغم قرآن اُس خبر کے اثبات پر زیادہ زور دے رہا ہے جس سے منکرین زیادہ گریزاں ہیں یعنی خبر فرد جسے وہ قابل التفات بھی سمجھنا نہیں چاہتے اگر کسی حد تک کچھ مانتے ہیں تو خبر متواتر کو تو کچھ مان لیتے ہیں جس کے لئے قرآن نے اپنی کوئی خصوصی نص بھی پیش نہیں کی صرف اپنے کو پیش کر دیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ منکرین حدیث دراصل منکرین قرآن بلکہ دشمنان قرآن ہیں اور یہ بھی کہ قرآن ان کا دشمن اور ان سے گریزاں ہے۔ وہ اگر خبر فرد کو بالکل ہی نسیا منسیا کر دینا چاہتے تھے تو قرآن نے اسی کو اپنی آیتوں کے عددی تواتر سے ثابت کیا اور وہ متواتر کو ماننا چاہتے تھے تو اس کے اثبات کا کچھ زیادہ اہتمام نہیں کیا بہر حال خبر فرد کے سلسلۂ روایت میں کچھ خصوصی

Marfat.com

اہمیت ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے کئی کئی اندازوں سے توجہ دلائی

فاسق کی خبر کو کلیتہً رد نہیں کیا گیا

حتیٰ کہ قرآن حکیم نے خبر فرد کے اثبات میں اسی پر بس نہیں کر دی کہ ملائکہ انبیاء اور عوام کی خبروں کے ہی نظائر پیش کر دیئے ہوں بلکہ اس سے آگے بڑھکر یا یوں کہنا چاہیئے کہ اور زیادہ تنزل کر کے فاسق کی خبر فرد کا بھی اعتبار کر لیا اور اسے بھی کلیتہً رد نہیں کیا شرط البتہ تبین و تحقیق کی لگا دی کہ تحقیق اور چھان بین کے بعد اسے بھی قبول کر سکتے ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ	اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق
جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا	خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہو کہ نادانستگی
اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا	میں کسی قوم پر تم مصیبت ڈھاؤ اور پھر اپنے
عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔	کئے پر پچھتاؤ۔

اس سے واضح ہے کہ شخص واحد کی خبر اس کے فاسق ہونے کے باوجود بھی معتبر اور حجت ہونے کی شان رکھتی ہے بشرطیکہ تحقیق میں آجائے اور حجت بھی ایسے اہم معاملات میں جن کے بگڑ جانے کی صورت میں ندامت اٹھانی پڑے جو کسی اہم اور بڑے ہی معاملہ کی نشان ہوتی ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ شخص واحد کی خبر بھی قرآنی

Marfat.com

اصول پر قابلِ رد یا غیر معتبر نہیں بلکہ تبین و تحقیق کے بعد معتبر اور بڑے بڑے معاملات میں حجت ہو جاتی ہے جس پر دیا نتاً معاملہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے رد کا اگر گیا ہے تو قبل از تحقیق اس پر عمل کرنے سے نہ کہ مطلقاً۔ ورنہ یوں کہا جاتا کہ فاسق اگر کوئی خبر لائے تو ہرگز اس کی بات کا اعتبار مت کرو نہ یہ کہ تحقیق کے بعد اسے مان لو اور معتبر سمجھو۔ پس تحقیق کی شرط اس لئے لگائی گئی کہ خبر دہندہ اور روایت کنندہ کے فسق و فجور سے اس کی خبر میں جو بے اعتباری کی گنجائش پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو جائے اور خبر قابل اعتبار بن جائے مگر خبر بہر حال وہ ایک ہی کی رہے گی اس لئے صاف ثابت ہوا کہ ایک کی روایت معتبر اور معاملات میں حجت ہے۔ اب اگر خبر دینے والا فرد فاسق بھی نہ ہو بلکہ غیر مہتم غیر مجروح ہو جیسے رجل یسعیٰ کی خبر تو وہ بلا تبین بھی اس اصول سے قابل قبول بن سکتی ہے اور اگر راوی غیر مجروح ہونے کے ساتھ ساتھ عادل و متقی متدین اور امین بھی ہو جیسے ملائکہ و انبیاء اور صلحاء تو اس اصول پر اسکی بلا واسطہ خبر کو معتبر ماننے کے لئے قطعاً تبین و تحقیق کی ضرورت نہیں رہنی چاہیئے لیکن اگر وسائط کی وجہ سے اس پر بھی تحقیق و تبین کر لی جائے تو پھر تو یہ خبر بطریق اولیٰ واجب الاعتبار بن جائے گی مگر بہر صورت رہے گی خبر فرد ہی اس لئے خبر فرد جسے

Marfat.com

خبر غریب بھی کہتے ہیں قرآن کی رو سے معتبر اور حجت ثابت ہوگی گو اس کی حجیّت درجہ ظن ہی کی حد تک ہو کہ ظنیات بھی شرعاً حجت اور معاملات میں قانوناً مؤثر ہوتے ہیں کیونکہ ظنیات کے معنی وہمیات کے نہیں۔ بلکہ صرف اس کے ہیں کہ خبر پر وثوق و اعتماد کے ساتھ جانب مخالف کا احتمال بھی باقی رہے نہ یہ کہ اصل خبر بے اعتبار اور قابل رد ہو جائے۔ البتہ اس کی ساتھ اگر اس راوی واحد کی روایت کی جو ثقہ اور عادل ہے تحقیق بھی کر لی جائے یعنی اس خبر کے متابعات و مؤیدات اور شواہد و قرائن بھی فراہم ہو جائیں تو پھر اسی خبر فرد سے ظن اس حد تک بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یقین کی سرحد سے جا ملے۔ اور ایسی خبر اگر قطعیت کے ساتھ درجہ یقین تک نہ پہنچے گی تو شبہ یقین تک ضرور پہنچ جائے گی۔ جس کا نام اصطلاح میں غلبۂ ظن ہے سو ایسی خبر اصول و آئین کی رو سے نہ رد کی جا سکتی ہے نہ غیر معتبر ٹھہرائی جا سکتی ہے جبکہ قرآن خبر فرد کے سلسلہ میں ایک فاسق کی خبر کو بھی کلیتہً غیر معتبر نہیں ٹھہراتا بلکہ بعد تبین اسے معتبر قرار دیتا ہے تو ایک ثقہ اور عادل کی خبر کو اس قرآنی اصول کی روشنی میں کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ اس لئے خبر فرد اور اس کی حجیّت کا ثبوت آیات بالا سے بہت کافی وضاحت

Marfat.com

کے ساتھ ہو جاتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خبر فرد کی حجیت کا منکر ان ساری آیتوں کا منکر ہے جسے بلاشبہ منکر قرآن کہا جائے گا۔ اور نہ صرف منکر قرآن بلکہ تمام کتب سماوی اور تمام اخبار ملائکہ و انبیاء کا منکر ثابت ہوگا عیاذاً باللہ۔

خبر غریب اور متواتر اور عزیز و مشہور کا ماخذ قرآن ہے تو بقیہ اقسام جو ان چاروں کی فروع ہیں ان کا ماخذ بھی قرآن ہوگا!

بہرحال عدد کے لحاظ سے جبکہ یہ چار قسمیں حصر کے ساتھ اساسی اور معیاری ثابت ہوئیں تو ان کا قدرتی مقتضایہ ہے کہ اس نوع کی بقیہ اقسام ان چار قسموں کی فروع ہوں اور ان کے ثبوت کے ضمن میں خود بھی ثابت شدہ سمجھی جائیں وجہ یہ ہے سلسلہ سند میں راویوں کی قلت و کثرت کا وہ عدد جس سے حدیث کی بنیادی قسمیں بنتی ہیں ایک سے شروع ہو کر چار ہی پر ختم ہو جاتا ہے اور چار ہی اساسی قسمیں بن جاتی ہیں جیسا کہ ابھی گزرا کہ ایک ایک راوی کی روایت ہو تو خبر غریب دو دو کی ہو تو خبر عزیز تین تین کی ہو

Marfat.com

تو خبر مشہور اور تین و چار کی قید سے بالاتر ہو کر اتنے ثقہ اور عادل راویوں سے منقول ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عادۃً محال ہو تو خبر متواتر ہے۔ حدیث کی یہی چار قسمیں بلحاظ عدد روات تمام اقسام کی جڑ بنیاد ہیں۔

چار سے زیادہ والی روایت ہو تب بھی انہی چار کی فرع ہوگی اور ایک سے کم والی روایت ہو تب بھی ان ہی چار کی شاخ کہی جائیگی کیونکہ یا وہ چار پر اضافہ ہوگا یا چار کا نقصان دونوں صورتوں میں نسبت اُن چار ہی سے باقی رہے گی جس سے یہ کمی بیشی پہچانی جائیگی مثلاً اگر راویوں کا عدد چار سے بڑھ جائے اور اوپر سے نیچے تک جماعتیں روایت کریں تو وہ تواتر طبقہ ہو جائے گا جو قرآن کریم کی روایت کی شان ہے۔ مگر یہ خبر متواتر ہی کی ایک نوع اور قسم کہلائے گی۔ خبر متواتر سے الگ کوئی مستقل قسم نہو گی کیونکہ کسی شئے پر اضافہ اس شئے ہی کا تتمہ کہلاتا ہے جو اس کے تابع ہوتا ہے نہ کہ اُس سے الگ مستقل نوع۔ اسی طرح ان روایتوں میں سے ایک ایک راوی والی روایت میں سے اگر کہیں ایک سے بھی عدد گھٹ جائے جس ایک سے خبر غریب بنتی تھی تو وہ روایت رتبہ میں خبر غریب سے کم سہی مگر خبر غریب ہی کی شاخ کہلائے گی مثلاً اگر ابتدار سند میں (جو ہماری)

Marfat.com

جانب ہے) ایک راوی کم ہو جائے تو وہ حدیث معلّق کہلائے گی۔
انتہاءِ سند میں (جو صحابی کی جانب ہے) ایک راوی گھٹ جائے تو وہ
مرسل کہلائے گی اور درمیان میں سے گھٹ جائے تو مُعضّل کہلائیگی
مگر یہ تینوں قسمیں خبر غریب ہی کی شاخ شمار ہونگی کیونکہ یہ سب وہی
ایک ایک راوی والی روایتیں ہیں جن میں کہیں کہیں ایک سے بھی
عدد گھٹتا گیا ہے پس مذکورہ بالا چار کے عدد پر اضافہ سے پیدا شدہ قسم
متواتر کی قسم ہوگی اور ایک کی کمی سے پیدا شدہ قسم غریب کی قسم ہوگی
اس لئے جو ماخذ خبر غریب اور خبر متواتر کا ہوگا وہی ان فروعی اقسام کا
بھی ہوگا کیونکہ یہ نئی اقسام نہیں بلکہ وہی خبر غریب اور خبر متواتر ہیں
جن میں فرق اگر ہوا ہے تو عدد کی قلّت و کثرت کی وجہ سے صفات اور
احکام کا ہوا ہے خبر کی ذات کا نہیں ہوا ذات خبر کی وہی کی وہی
ہے جسے غریب یا متواتر کہا گیا تھا اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ خبر غریب
اور متواتر اور عزیز و مشہور کا ماخذ قرآن ہے تو ان کی فروعات کا ماخذ
بھی قرآن ہی ہوگا جب کہ یہ فروعات ذرا سے صفاتی فرق سے بعینہ
وہی اصل ہیں۔ اس لئے بے تکلف دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ عدد روات
کی قلّت و کثرت سے پیدا ہونے والی تمام اقسام حدیث قرآن سے
ثابت ہیں کیونکہ جب اُن کے اصول قرآن سے ثابت ہیں تو یہ فروع

Marfat.com

بھی یقیناً قرآن سے ثابت ہیں۔ بالخصوص جب کہ یہ قسمیں بجنسہ وہی اصل قسمیں ہیں فرقِ ذات کا نہیں صرف شئون وصفات کا ہوا ہے۔

اوصافِ رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں

پھر قرآن حکیم نے اسی پر بس نہیں کی کہ عدد رواۃ کے لحاظ ہی سے حدیث کی اساسی قسموں پر روشنی ڈالی ہو بلکہ حدیث کی ان بنیادی قسموں کی طرف بھی اصولاً راہ نمائی کی ہے جو راویوں کے کے لحاظ سے نہیں بلکہ ان کے اوصاف کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہیں اور اپنی نوع کی بقیہ اقسام کے لئے معیار و منشا کی حیثیت رکھتی ہیں چنانچہ حدیث کی دوسری تقسیم اوصاف روات کے لحاظ سے کیجاتی ہے اور انہی اوصاف کے معیار سے راوی کے ثقہ غیر ثقہ معتبر غیر معتبر اور پھر اعتبار کے متفاوت درجات اعلیٰ و ادنیٰ کا فیصلہ کیا جاتا ہے سو ان اوصاف کی بنیادیں بھی قرآن کریم ہی نے قائم کی ہیں۔ جیسا کہ عددی روایتوں میں راویوں کی معیاری تعدادیں بھی قرآن ہی نے معین کی تھیں

دو اصولی صفات عدالت اور ضبط

چنانچہ پہلے اس پر غور کیجئے کہ راوی کے وہ تمام اوصاف

Marfat.com

جو بلحاظ روایت اسکی قبولیت کا معیار بن سکتے ہوں وہ اصولی صفات کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ عدالت اور ضبط اگر روایت کے راوی عادل ہوں جن میں عدالت کا فقدان یا نقصان نہو اور ادھر وہ ضابط ہوں جنمیں حفظ و ضبط اور تیقظ و بیداری کا نقصان یا فقدان نہو اور قلت عدالت وضبط سے جو کمزوریاں راوی کو لاحق ہوتی ہیں جنکی تفصیل آگے آتی ہے اُن سے راوی پاک ہوں اور ساتھ ہی سند مسلسل اور متصل ہو تو وہ روایت صحیح لذاتہ کہلائیگی جو اوصاف راوی کے لحاظ سے روایت کا اعلیٰ مرتبہ ہے کیونکہ اس میں عدالت وضبط مکمل طریق پر موجود ہے جو راویوں کو ثقہ اور معتبر ثابت کرتا ہے۔ اس لئے اس دائرہ میں حدیث کی یہ قسم بنیادی اور اساسی کہلائیگی اس کے بعد جو قسم بھی پیدا ہوگی وہ ان اوصاف کی کمی بیشی اور نقصان یا فقدان سے پیدا ہوگی اس لئے وہ اسی خبر کی فرع کہلائے گی۔

نقصان و فقدانِ عدالت

مثلاً اگر راوی ساقط العدالت ہو تو اس نقصان عدالت یا فقدان عدالت سے پانچ اصولی کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں جنھیں مطاعن حدیث کہا جاتا ہے کذب تہمت کذب فسق۔ جہالت۔ بدعت۔ یعنی راوی کا ذاب ہو یا کذب کی تہمت لئے ہوئے ہو یا فاسق ہو یا جاہل و نادان ہو یا بدعتی ہو تو کہا جائے گا کہ وہ عادل نہیں اسلئے اسکی روایت کا کوئی اعتبار نہیں

Marfat.com

نقصان و فقدانِ ضبط

اِسی طرح اگر راوی ضابط نہو تو اِس نقصان حفظ یا فقدانِ حافظہ سے بھی پانچ ہی کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو روایت کو بے اعتبار بنا دیتی ہیں۔ فرطِ غفلت۔ کثرۃ غلط۔ مخالفت ثقاۃ۔ وہم۔ سوء حفظ۔ یعنی راوی غفلت شعار اور لاأبالی ہو جس میں تیقظ اور احتیاط اور بیدار مغزی نہو یا کثیر الاغلاط ہو یا ثقہ لوگوں سے الگ ہٹی اور مخالف بات کہتا ہو یا وہمی ہو اُسے خود ہی اپنی روایت میں شبہ پڑ جاتا ہو۔ یا حافظہ خراب ہو، بات بھول بھول جاتا ہو تو کہا جائے گا کہ یہ راوی ضبط و حفظ کا مضبوط نہیں۔ اس لئے اِس کی روایت کا کچھ اعتبار نہیں لیکن اِس نقصانِ عدالت و ضبط یا ان دس مطاعن کے درجات و مراتب ہیں۔ اگر اِن صفاتِ عدل و ضبط میں کوئی معمولی سی کمی ہو مگر روایت کے اور طریقوں اور سندوں کی کثرت سے ان کمزوریوں کی تلافی ہو جائے تو اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہیں گے اگر یہ تلافی اور جبرِ نقصان نہ ہو اور وہ معمولی کمزوریاں بدستور قائم رہ جائیں تو حدیث حسن لذاتہ کہلائیگی۔ اگر اس حالت میں بھی کثرتِ طرق سے تلافیٔ نقصان ہو جائے۔ تو حدیث حسن لغیرہ کہلائے گی اور اسی نسبت سے اُن کے اعتبار اور حجیت کا درجہ قائم ہوگا۔

Marfat.com

صحیح لذاتہ اوصافِ رواۃ کے لحاظ سے اساسی اور بنیادی قسم ہے جسکی بنیاد قرآن نے رکھی ہے۔

پس اوصافِ رواۃ کے لحاظ سے حدیث کی چار اساسی قسمیں نکل آئیں۔

صحیح لذاتہ۔ صحیح لغیرہ۔ حسن لذاتہ۔ حسن لغیرہ۔ اور ان میں بھی بنیادی قسم صرف صحیح لذاتہ ہے جو اپنے دائرہ میں سب سے اونچی قسم ہے بقیہ تین قسمیں اسی میں کمی آجانے سے بنجاتی ہیں۔ جیسے عددی روائتوں میں بنیادی قسم متواتر تھی۔ اس میں کمی اور کمزوری آجانے سے بقیہ تین قسمیں بن جاتی ہیں۔

پھر ان تین قسموں میں مطاعن کی کمزوریوں میں سے کوئی کمزوری اگر اور زیادہ بڑھ جائے تو حدیث ضعیف کی اور قسمیں پیدا ہو جائیں گی۔ مثلاً اگر عدالت کی کمی کذب راوی سے ہو تو وہ حدیث موضوع کہلائے گی۔ تہمت کذب سے ہو تو متروک۔ جہالتِ راوی سے ہو تو مبہم یا مثلاً اگر ضبطِ راوی میں کمی کی وجہ سے فرط غفلت یا کثرۃ غلط یا مخالفت ثقاۃ کے مطاعن پیدا ہو جائیں تو حدیث شاذ کہلائے گی۔ یا وہم و نسیانِ راوی ہو تو معلل یا سوءِ حفظ ہو تو مختلط کہی جائے گی۔ مگر یہ ساری قسمیں اگر غور کیا جائے تو انہی مذکورہ تین بنیادی قسموں بلکہ ایک ہی بنیادی قسم صحیح لذاتہ میں کمی اور کمزوری آجانے اور اس کمزوری کے متفاوت مراتب نمایاں ہو جانے سے پیدا ہوئی ہیں اس لئے ان سب کو

Marfat.com

اسی ایک اونچی قسم کی شاخیں کہا جائے گا۔ اس لئے جو ماخذ اس ایک قسم کا ہوگا وہی اِن سب کا بھی ہوگا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خبر صحیح لذاتہ کا ماخذ قرآن کریم ہے۔ اوّل تو خود قرآن کی روایت ہی صحیح لذاتہ ہے۔ اسلئے بھی صحیح لذاتہ کا ماخذ قرآن ہی ثابت ہوگا۔ پھر قرآن ہی نے صحیح لذاتہ کی شرائط و صفات کا قانون وضع کیا ہے اس لئے بھی وہی ماخذ ہے چنانچہ روایت کے راویوں کے اِن دونوں بنیادی اوصاف عدالت وضبط کو خبر کے ردّ و قبول کا معیار قرآن ہی نے قرار دیا ہے۔ جو صحیح لذاتہ کی جوہری حقیقت ہے۔ کیونکہ قرآن نے اوصاف رواۃ کی یہ دو بنیادی شانیں عدالت و ضبط شہادۃ میں قائم کی ہیں اور ہم سابق میں عرض کر چکے ہیں کہ شہادت درحقیقت روایت ہے اس لئے خبر شہادۃ کے لئے شاہدین میں عدل و ضبط کی قید درحقیقت جنسِ خبر کے راوی میں قید لگائے جانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ خبر ہونا دونوں جگہ قدر مشترک ہے یہ الگ بات ہے کہ شہادۃ قانونی خبر ہے تو اس کے راوی میں عدالت و ضبط بدرجۂ کمال ہونا چاہیئے اور روایت محض دیانتی خبر ہے تو اس میں ان اوصاف کی کمی بیشی بھی حسب تفاوت مراتب قابلِ قبول ہے۔ لیکن نفس خبر کے لیے بہرحال راوی کا عادل و ضابطہ ہونا ضروری ہے سو قرآن حکیم نے شہادۃ کے لئے عدالت کی شرط تو اس آیت میں لگائی۔

Marfat.com

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ۔

اور دو عادل مردوں کو اپنے میں سے گواہ بنالیا کرو اور شہادۃ قائم کرو۔

اس سے شاہد کی شہادۃ کے قبولیت کا معیار عدالت نکلا جو درحقیقت خبر کے قبول کا معیار ہے۔

شہادۃ کے لئے دوسری شرط قرآن نے حفظ وضبط ذکر کی کہ شاہد کا حافظہ بھی متہم نہ ہو جس کا اصطلاحی لقب ضبط ہے فرمایا گیا۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی

اور گواہ بنالیا کرو مردوں میں سے دو کو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم پسندیدہ سمجھو۔ گواہوں میں سے کہ ایک ان میں کی بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔

حاصل یہ ہوا کہ گواہوں میں اگر عورت ہو تو عورت کیلئے ایک مرد کی جگہ دو کی قید اس لئے رکھی گئی کہ اگر ایک سے بھول چوک ہو جائے جو عورت میں بوجہ معاملات میں زیادہ دخیل اور بارسوخ نہ ہونے اور عدالتی کاموں سے سابقہ کم پڑنے کے زیادہ متحمل ہے تو دوسری یاددہانی کا فرض انجام دے تاکہ شہادۃ اور روایت واقعہ میں نسیان سے غلطی نہ ہونے پائے جس سے معاملہ بگڑ جائے۔ اس سے واضح ہے کہ راوی شاہد میں بھول چوک کا غالب

Marfat.com

احتمال ہوتے ہوئے اسکی شہادۃ و روایت معتبر نہیں رہتی جب تک کہ اس احتمالِ نسیان کی تلافی کی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جب احتمال نسیان بھی روایت کو مخدوش کر دیتا ہے تو خود نسیان کی صورت میں تو شہادۃ و روایت کا اعتبار کیا ہی باقی رہ سکتا ہے۔ اس سے یہ اصول نکل آیا کہ راوی یا شاہد ناقص الحفظ اور قلیل الضبط ہو تو اسکی روایت و شہادۃ معتبر نہیں ہو سکتی جس سے مطاعن حدیث کے دو بنیادی دھوں پر روشنی پڑ گئی کہ وہ ضدِ عدالت یعنی ظلم ہے جسے فسق و فجور کہتے ہیں۔ اور ضدِ حفظ یعنی نسیان ہے۔ پس یہ دونوں وصف جس درجہ میں بھی راوی میں ہونگے اس کی روایت مخدوش ہو جائے گی۔ باقی آیتِ کریمہ میں دفع نسیان کی حد تک عورت کی تخصیص اس لئے نہیں کی گئی کہ مرد کے لئے روایت میں نسیان اور بھول چوک قابلِ اعتراض یا مطاعن روایت میں سے نہیں بلکہ اس لئے کہ عورت میں اس قسم کے نسیان کا مظنہ غالب ہے۔ جبکہ عادتاً اُسے ایسے عدالتی کاموں میں پڑنے کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی ہے اور ساتھ ہی اس کا معاملاتی فہم بھی اتنا اونچا نہیں کہ بلا امدادِ غیرے قابلِ اعتماد ہو سکے یہ تخصیص واقعہ کی خصوصیت ہوئی۔ اصول میں تخصیص نہیں ہوئی۔ نیز جب مرد کے لئے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ کی قید لگا دی گئی جس سے شاہد کے ساتھ طالب شہادۃ کی رضا ضروری ٹھہری اور ظاہر ہے کہ شاہد مرضی و پسندیدہ وہی ہو سکتا ہے جو شرائط شہادۃ یعنی حفظ و ضبط میں کمزور

Marfat.com

اور متہم نہ ہو اسلئے عورت کے لئے بوجہ مذکور اگر حفظ و ضبط مراحتاً ذکر کیا گیا
تو مرد کے لئے بعنوانِ رضا اُسکا تذکرہ فرمایا گیا اس لئے اس اصول سے جو آیتِ
کریمہ سے نکلا شہادۃ کے لئے اور جبکہ شہادۃ ہی خبر ہے تو خبر و روایت کے
لئے خواہ اس کا راوی مرد ہو یا عورت ضبط و حفظ کا وجود ضروری ہے اور یہ
کہ نسیان یا قلتِ حفظ روایت کے حق میں طعن اور سقوطِ اعتبار کا سبب ہے
ادھر راوی کے لئے عدالت پہلی آیت سے ثابت ہو چکی ہے تو دونوں آیتوں
کے مجموعہ سے خود بخود نکل آیا کہ قرآنی اصول پر ناقابلِ رد شہادۃ اور واجب التسلیم
روایت وہی ہو سکتی ہے جس کے راوی عادل و ضابط ہوں اور ان میں نہ ضعف
حفظ ہو نہ ضعفِ عدالت۔ بس ایسی ہی روایت کا نام محدثین کی اصطلاح
میں صحیح لذاتہ ہے۔ خواہ اسے ایک راوی روایت کرے یا دو یا تین یا
اس سے زیادہ۔ اسلئے حدیث صحیح لذاتہ اوصافِ رواۃ کے لحاظ سے
اساسی اور بنیادی قسم ثابت ہوئی جس کی بنیاد قرآنِ عزیز نے رکھی اور
اس کے راوی کے اوصاف عدالت و مضبوط مشخص کئے

قرآن نے عدالت و ضبط کیساتھ انکے نقصان و فقدان سے پیدا ہونیوالی دس کمزوریوں کی وضاحت کردی ہے | اس سے بڑھکر مزید تدبر کیا جائے

تو واضح ہو گا کہ قرآن نے اوصاف رواۃ کے سلسلہ کے صرف یہ دو بنیادی وصف ہی بیان نہیں کر دیئے جن کا نام عدالت و ضبط ہے بلکہ ان کے نقصان

Marfat.com

وفقدان سے جو بس مطاعن روایت پیدا ہوتے ہیں ان کی طرف
واضح اشارے فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کی سند بیان کرتے
ہوئے حق تعالےٰ نے اس کے ابتدائی رجال پر روشنی ڈالی کہ خود حق تعالےٰ
سے قرآن کی روایت کرنے والے تو جبرئیلِ امین ہیں اور ان سے حضرت
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم روایت فرما رہے ہیں اس سلسلۃ الذہب
کی کڑیوں اور ان کے اوصاف پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن نے فرمایا۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ — یہ قول ہے رسولِ کریم (جبرئیل) کا جو قوۃ والا
عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ — ہے۔ عرش والے کے نزدیک ذی مرتبہ ہے
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ — اُس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ وہ امانت
الْمُبِيْنِ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وَ — والا ہے۔ اور تمہارا ساتھی (محمدؐ) مجنوں نہیں
مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ — ہے۔ اس نے جبرئیل کو افق میں دیکھا ہے
اور وہ غیب کے بارے میں بخیل نہیں ہے
اور نہ وہ قول ہے شیطان رجیم کا۔

رسولِ کریم سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں جنہوں نے قرآن کے ساتھ تقوّل کیا اور رسولِ اکرم کو پڑھکر سنایا۔ پس جبرئیل راوئ اوّل ہیں قرآن نے یہ نہیں کیا کہ چونکہ جبرئیل فرشتہ ہیں تو ان کی ملکیت کی وجہ سے اس روایت کو واجب التسلیم سمجھو۔ گویا ان کی بزرگی کا دباؤ مان کر روایت کو مانو

Marfat.com

نہیں بلکہ ان کی روایت کو بھی اصولِ روایت پر پرکھ کر ہی واجب القبول ہونے کا حکم گیا گیا ہے۔ چنانچہ جبرئیل سے متعلق بیان فرمودہ اوصاف میں خصوصیت سے جو اوصاف قبول روایت سے متعلق ہیں وہ تین ہیں۔ رسول۔ کریم۔ امین۔ یعنی رسالت۔ کرامت۔ امانت اور انہی تین وصفوں سے چونکہ دسوں مطاعن حدیث منتفی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جبرئیل کی روایت واجب القبول ہوئی نہ کہ محض فرشتہ ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ غور کیا جائے تو رسالت کی حقیقت علم ہے کیونکہ نبوۃ کی بنیاد ہی علم پر ہے۔ اسلئے رسالتِ الٰہی درحقیقت علمِ الٰہی ہے۔ اور جبکہ علم کی ضد جہل ہے تو جبرئیل امین کو رسول کہنے سے جہالت ان سے منتفی ہو گئی جو دس مطاعن روایت میں سے ایک ہے۔

پھر ظاہر ہے کہ رسالت ہی شریعت ہے جس کے لئے اتباع و انقیاد ضروری ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا — پھر ہم نے کر دیا ہے تمہیں (اے پیغمبر) امر کی شریعت پر سو آپ اس کا اتباع کیجئے

اور متبع کبھی مبتدع نہیں ہو سکتا اس لئے رسالت ہی کے لفظ سے بدعۃ بھی منتفی ہو جاتی ہے۔

پھر جہالت ہی کا ایک شعبہ مخالفتِ ثقاہ بھی ہے۔ کیونکہ جس روایت

Marfat.com

کو بہت سے ثقہ لوگ روایت کر رہے ہوں ایک شخص اُن سب کے خلاف بالکل نئی بات کہے تو اسے حقیقت نہیں مخالفتِ حقیقت کا نام دیا جائے گا اور راوی کا وہم کہا جائے گا جو علم کی قسم نہیں جہل کی اقسام میں سے ہے اس لئے رسالت کے لفظ سے جب جہالت منفی ہوئی تو مخالفتِ ثقاۃ بھی منفی ہوگئی۔ اور اسی طرح وصفِ رسالت سے تین مطاعن روایت منفی ہوئے۔ جہالت۔ بدعۃ۔ مخالفتِ ثقاۃ۔ جبرئیل کی دوسری صفت کریم بیان کی گئی ہے۔ کرامت کیلئے حسب نص قرآنی تقوی لازم ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ — تم میں سے سب سے زیادہ کرامت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہو

اور تقوی کے معنی حسب ارشادِ قرآنی دین کے معاملہ میں تذکر بلکہ یاد داشت ذکر اور تنقیط کے ہیں۔

ان الذین اتقوا اذا مسّھم طائفٌ مّنَ الشّیطٰنِ تذکّروا فاذا ھم مبصرون۔ — جو لوگ تقوی اختیار کرتے ہیں جب انہیں کوئی جماعت شیطانوں کی جھوتی ہے تو وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور اچانک دیکھنے لگتے ہیں

اس سے واضح ہے کہ کریم و متقی یعنی ذاکر و متذکر کبھی غافل وہمی سیئ الحفظ اور کثیر الاغلاط نہیں ہو سکتا ورنہ وہ ذاکر ہی کیا ہوا؟ اسلئے صفتِ کرامت سے فرط غفلت۔ وہم اور سوء حفظ اور کثرۃ غلط منفی ہو گئے۔ پھر تقوی کی ضد

فسق وفجور ہے چنانچہ عرفِ شرع اور لغت میں متقی کا مقابل فاسق آتا ہے۔
اس لئے جو کریم ہو کر متقی ہوگا۔ وہ کبھی فاسق نہیں ہو سکتا تو کریم ہی کے لفظ سے
فسق کی صفت بھی منتفی ہو گئی اس لئے صفتِ کرامت سے فردِ غفلت کثرۃ
غلط۔ وہم۔ سوءِ حفظ اور کثرۃ فسق چاروں مطاعن حدیث منتفی ہوئے۔
تیسری صفت امین بتائی گئی۔ جو روایت کے بارے میں اصل
اصول ہے۔ امانت ضد خیانت ہے اور خیانت فی الروایۃ کے
افراد میں سے کذب اور تہمت کذب کا ہونا واضح ہے اس لئے امانت سے
کذب اور تہمۃ کذب کی صفت منتفی ہو گئی۔ پس تین مطاعن۔ جہالت۔ بدعت
مخالفتِ ثقاۃ تو صفتِ رسالت سے منتفی ہوئے۔ پانچ مطاعن فرطِ غفلت
کثرۃ غلط۔ وہم۔ سوءِ حفظ اور فسق صفت کرامت سے منتفی ہوئے اور
دو مطاعن کذب اور تہمتِ کذب صفت امانت سے منتفی ہوئے اس طرح
حدیث کے مطاعن عشرہ کی جبرئیل امین سے نفی ہو گئی۔
ادھر مثبت انداز میں انہیں ذی قوۃ کہا گیا کہ وہ کسی سے دبنے
والے نہیں کہ دب کر کچھ کا کچھ کہہ دیں اور جان بوجھ کر دباؤ سے روایت کو غلط کر
دیں پھر عند ذی العرش مکین کہا گیا۔ اگر مکین کے معنی مقیم کے ہیں تو حاصل یہ ہوا
کہ عرش والے خدا کے پاس رہتے ہیں انہیں اس سے غایت درجہ قرب ہے
بعد کا نشان نہیں اسلئے روایت کو قریب سے لیتے اور سنتے ہیں۔ بعد کی

Marfat.com

وجہ سے جو پیش آتا ہے کہ کچھ کا کچھ سُن لیں اور روایت کر دیں یہ اُن سے ممکن نہیں۔ اس لئے ان کا قول بلحاظ روایت بھی محفوظ ہے اور بلحاظ سماع بھی محفوظ ہے۔ نہ سننے میں غلطی نہ کہنے اور روایت کرنے میں کوئی ادنیٰ قصور ہے۔ جس کو محدثین کی اصطلاح میں تحمل اور ادا کہتے ہیں یعنی تحمل روایت بھی مضبوط اور ادار روایت بھی مضبوط۔ اس سے محدثین کے ان دو اصولوں (تحمل اور ادا) کا ماخذ بھی قرآن ہی ثابت ہوا اور اگر مکین کے معنی ذی عزت کے لئے جائیں تو حاصل یہ ہوگا کہ وہ عنداللہ با عزت اور با رتبہ ہیں۔ بارگاہ حق میں ان کا احترام ہے سوا ایسا مقبولِ خداوندی روایت میں کتر بیونت کیسے کر سکتا ہے۔؟

پھر انہیں مطاع کہا گیا جس سے اُن کی مقبولیت عامہ واضح کی گئی جس سے ان کی روایت کا کمال احترام نمایاں ہوتا ہے۔ گویا وہ ان کی بات اس درجہ مقبول ہے کہ ملائکہ کا عالم ان کی بات سننے کے اشتیاق میں رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عنداللہ و عندالخلق ان کی محبوبیت و مقبولیت واضح کر دی گئی جس سے راوئ قرآن کی ذاتی پوزیشن بھی نمایاں ہو گئی اور روایت کے سلسلہ کے اوصاف بھی واضح ہو گئے اور ساتھ ہی اِن اوصاف کی اضداد بھی منفی ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ قرآن کی روایت جو جبرئیلِ امین کے ذریعہ پیغمبر تک پہونچی محض اس لئے واجب التسلیم نہیں کہ وہ فرشتہ کی روایت ہے۔ بلکہ اس لئے

Marfat.com

بھی واجب القبول ہے کہ وہ اصولِ روایت پر پوری اترتی ہے۔ ادھر قرآن کے دوسرے راوی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سو اُن کی روایت کے بارہ میں بھی محض یہ کہدینے پر اکتفا نہیں کیا کہ وہ پیغمبر اور سرورِ انبیاء و رسل ہیں لہٰذا ان کی روایت کو مانو۔ بیشک قبول روایت کے لئے یہ سب سے بڑا سبب اور محرک ہے مگر ایسا کہدیئے جانے سے فنی طور پر اصول روایت کی روشنی میں روایت میں ثبوت نہ ہوتا جو منکر پر بھی حجت بن سکتا۔ اسلئے مقدس راوی ثانی کی توثیق بھی اصولِ روایت ہی کے لحاظ سے فرمائی گئی اور چار اوصاف بیان فرمائے گئے۔ تین منفی قسم کے اور ایک مثبت قسم کا۔ منفی اوصاف یہ ہیں کہ آپ مجنوں نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجنون کی روایت قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی جب تک کہ راوی عاقل نہ ہو دوسرے یہ کہ غیب کے علوم کی اطلاع میں بخیل نہیں بلکہ افادۂ عامہ کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علم میں بخل ہو تو آدمی اس کے اظہار میں کتر بیونت اور قطع برید کرتا ہے جس سے روایت کبھی پوری ادا نہیں اور ناقص روایت سے مفہوم پورا نہیں ہو سکتا جو روایت کا سب سے بڑا عیب اور از قسمِ خیانت ہے مگر جو شخصیت افادی جذبہ رکھتی ہے اور اس میں علمی بخل کا نشان نہ ہو جو اکثر اربابِ کمال میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی شخصیت روایت کی ادا میں ہمہ وقت کوشاں اور منہمک رہیگی اور اس سے نقص روایت

Marfat.com

کی غلطی کا ہو جانا ممکن نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ یہ قرآن کسی شیطان رجیم کا قول نہیں بلکہ مقدس پیغمبر کا قول ہے۔ شیطان سرچشمہ ہے تمام معائب و خبائث کا اور اس کے بالمقابل پیغمبر سرچشمہ ہوتا ہے تمام محاسن و کمالات کا جس سے پیغمبر کی جامعیت کمالات واضح کی گئی ہے جو روایت کی توثیق کے لئے کافی دلیل ہے۔ چوتھا وصف فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے جبرئیل کو اُفقِ مبین میں دیکھا ہے یعنی آپ جس راوی سے قرآن کی روایت لے رہے ہیں اس کا مشاہدہ آپ کو حاصل ہے جو روایت میں ایک بنیادی اور اہم مقام ہے پس پیغمبر میں جامعیتِ کمالات ثابت کر کے تو تمام اُن مطاعن کی نفی کر دیگئی جو جبرئیل سے کی گئی تھی اور رویت جبرئیل کا ذکر کر کے روایت کی بنا ر مشاہدہ پر ثابت کی گئی جو اصولِ روایت کے لحاظ سے بنیادی چیز ہے۔

صحیح لذاتہ سے انکار قرآن کی سینکڑوں آیتوں سے انکار ہے

اس سے واضح ہو گیا کہ قرآن حکیم نے نہ صرف اوصافِ روایت کے دو بنیادی اصولوں عدالت اور ضبط ہی کو سامنے کر دیا ہے بلکہ ان دو کی ضد سے جو اوصاف ذمیمہ اور روایت کے حق میں دس مطاعن پیدا ہوتے تھے ان کی بھی تفصیل فرما دی۔ بالفاظ دیگر فنِ روایت کی فنی بنیادیں کھول دیں جن سے صحیح روایتوں کا آئینی وجود عمل میں آیا اور فنِ روایت دنیا میں

Marfat.com

ظاہر ہوا جواب تک نہ تھا۔ ساتھ ہی محدثین کی جلالتِ قدر بھی واضح ہوگئی کہ انہوں نے فنِ روایت کے وہ تمام اصول نکھار کر سامنے رکھدیئے جن کی بنیادیں قرآن نے قائم کی تھیں یعنی اتباع قرآن کی برکت سے اُن کا ذہن ان تمام اصُول روایت تک پہنچ گیا جو قرآن کے نظم میں لپٹے ہوئے بطور مخفی خزانہ کے محفوظ تھے۔ ظاہر ہے کہ جب اوصاف رواۃ کے لحاظ سے حدیث کی بنیادی قسم صحیح لذاتہ ہے جس کے بنیادی اوصاف دو ہیں عدالت و ضبط اور ان دو کے فقدان سے اس کے منفی اوصاف دس ہیں۔ فقدان عدالت سے پانچ کذب۔ تہمۃ کذب۔ فسق۔ جہالت۔ بدعۃ اور فقدان ضبط سے پانچ۔ فرط غفلت۔ کثرۃ غلط۔ مخالفۃ ثقاۃ۔ وہم۔ سوء حفظ۔ اور ان سب مثبت و منفی اوصاف کو صاف صاف قرآنِ حکیم نے بیان ہی نہیں کیا بلکہ ان کی بنیادیں رکھیں۔ کسی کی عبارۃ النص میں اور کسی کی دلالت و اقتضاء میں اور پھر ان بنیادوں پر آئی ہوئی روایتوں پر دین و دنیا کے سارے معاملات فیصل کرنے کی بنیاد رکھی اس لئے حدیث صحیح لذاتہ کا انکار درحقیقت قرآن کی سینکڑوں آیتوں کا انکار ہے۔ اس لئے کسی منکر حدیث کے لئے جو اتباع قرآن کا نام نہاد مدعی ہے۔ کم از کم اس روایت سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کا نام صحیح لذاتہ ہے۔

اب رہیں اس دائرہ کی دوسری انواعِ حدیث جن کی تفصیل بھی

Marfat.com

گذری سو وہ اسی صحیح لذاتہ سے پیدا شدہ ہیں کیونکہ صحیح لذاتہ کے راویوں کے اوصاف عدالت وضبط میں نقصان یا فقدان سے یہ قسمیں حسب مراتبِ نقصان وفقدان بنتی ہیں اس لئے یہ ساری قسمیں اسی صحیح لذاتہ کی شاخیں اور فروع مانی جائیں گی۔ کیونکہ ان کا وجود ہی صحیح لذاتہ کی طرف نسبت ہو جانے سے بنتا ہے۔ چنانچہ ان کی تعریف میں اولاً اسی کا ذکر آئے گا اور کہا جائے گا کہ صحیح کے خلاف وصف کی کمی سے فلاں قسم بنی اور فلاں وصف کے نقصان سے فلاں قسم۔ اور ظاہر ہے کہ جب ان اقسام کا وجود بھی بلا صحیح لذاتہ کے ذکر کے سمجھ میں نہیں آسکتا تو یہ اسی کی کھلی علامت ہے کہ ان اقسام کا کوئی اپنا مستقل وجود نہیں بلکہ صحیح لذاتہ کے احوال وعوارض کے تابع ہے یہ احوال وعوارض گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں تو یہ قسمیں بنجاتی ہیں ورنہ نہیں اور ظاہر ہی کہ جب ان اقسام یعنی صحیح لذاتہ اور اس کے رواۃ کے احوال واوصاف کا ماخذ قرآن حکیم ہے تو ان توابع اور فروع کا ماخذ بھی قرآن ہی مانا جاوے گا ورنہ ان کی ثابت شدہ تبعیت اور فرعیت باقی نہ رہے گی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اقسام ہی باقی نہ رہیں گی۔ اسلئے لامحالہ جیسے یہ وجود میں صحیح لذاتہ کے تابع ہیں ایسے ہی ثبوت میں بھی اسی کے تابع رہیں گی اور اس صحیح لذاتہ کا ثبوت قرآن سے

Marfat.com

واضح ہے جیسا کہ ابھی تفصیل سے عرض کیا گیا۔ تو ان کا ثبوت بھی قرآن ہی سے ثابت ہو گیا۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تخم کا معدن تو زمین ہو اور شاخوں کا معدن زمین نہ ہو

قرآن نے دنیا کو روایت و حدیث کے موضوع سے آشنا کیا ہے جس پر وہ خود اور اس کا بیان (حدیث) قائم ہے

بہر حال ہم نے جنسِ حدیث کا ثبوت آیۃ۔ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ سے پیش کیا تعدادِ رواۃ کے لحاظ سے حدیث کی چار بنیادی قسموں میں سے ایک قسم متواتر کا ثبوت مجموعۂ قرآن کی روایت اور پھر قرآن کے قرآن ہونے کی خبر سے پیش کیا۔ جس کے ضمن میں جنس حدیث اور نفسِ روایت کا بھی مکرر ثبوت ہو گیا اور پھر ان چار میں سے بقیہ تین قسموں۔ خبر مشہور خبر عزیز۔ خبر غریب۔ کا ثبوت الگ الگ صریح آیات سے پیش کیا جس سے اندازہ ہو جانا چاہیئے کہ راویوں کی عددی

قلت و کثرۃ اور وحدۃ و تعدد کے معیار سے روایت
کی جو بنیادی قسمیں بنتی ہیں اور محدثین نے فن مصطلحات الحدیث
میں ذکر کی ہیں اِن سب کی بنیادیں قرآن حکیم ہی کی قائم
کردہ ہیں۔ پھر اسی طرح راویوں کے وہ اوصاف و اخلاق
جن سے ان کی روایت قابلِ قبول بنتی ہے اور پھر ان میں بھی وہ
مرکزی صفات جن کی طرف تمام اوصاف رواۃ رجوع رکھتے
ہیں۔ قرآن حکیم ہی نے معین فرمائے۔ اور وہ عدالت
اور ضبط ہیں۔ جس کے لئے دو واضح آیات پیش کی
گئیں۔ پھر ان کے نقصان و فقدان سے جو دس مطاعن
پیدا ہوتے ہیں ان کی اصلیں بھی قرآن ہی نے قائم کیں۔
غرض حدیث کی روایت کے اصول و فروع کی تاسیس قرآن
نے کی۔ جس سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ حدیث کی جنس
ہی نہیں بلکہ اس کی بنیادی قسموں اور اساسی اوصاف
تک کی بنیاد بھی قرآن حکیم ہی نے رکھی ہے۔ اور
کیوں رکھی ؟ - جواب یہ ہے کہ خود اپنی ہی ضرورت
سے اُسے اپنی شرح و تفسیر منظور تھی تو اس نے
روایت و خبر اور حدیث کے موضوع سے دنیا کو آشنا

Marfat.com

کیا۔ جس سے اقوام عالم بے خبر تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ روایت و سند کیا چیز ہے؟ اس کے صحت و سقم کا معیار کیا ہے؟۔ عدد اً کیا ہے؟ اور صفتہً کیا ہے؟ اور اس کے معیار سے طبعی طور پر کتنی قسمیں بن سکتی ہیں۔ جس میں سے بعض بعض سے پیدا شدہ ہو سکتی ہیں۔ اُن کے اعتبار و حجیت کے مراتب و درجات کیا ہونے چاہئیں ان کے احکام و شرائط کیا ہو سکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ تاکہ اس فنی طریقِ روایت سے پیغمبر کے اقوال و افعال اُمّت کے سامنے آئین اور کلام الٰہی کی قولی و عملی تفسیریں اور دنیا اسوۂ حسنہ سے روشناس ہو۔ اس لئے اسناد و روایت، اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت ہے جو دوسرے مذاہب کو میسّر نہیں کیونکہ قرآن نے ہی اِس طریق استناد و تحقیق اور تبیّن روایت کی اساس قائم کی ہے جس پر وہ خود بھی قائم ہے اور اس کا بیان (حدیث) بھی قائم ہے۔

اسلئے اسلام کے قرآن کے نام پر سارے دین کو بے اعتبار بنانا دشمنانِ اسلام کا آخری منصوبہ ہے

Marfat.com

دشمنوں بالخصوص یہود و نصاریٰ اور ان کی نفسانی اولاد پر جو اُن ہی کے رنگ پر پلی اور اُن ہی کی قے چاٹ کر پروان چڑھی اسلام کا یہ امتیازی نشان شاق ہوا تو اُنہوں نے حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اُسے میٹ دینے کی کوشش کی حدیث اور اس کے ساتھ قرآن کے طریق روایت پر شکوک و شبہات وارد کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو اُن کے دین سے بیزار کرنا چاہا۔ لیکن اس دین کے اصلی محافظ نے جو اس کا نازل کنندہ ہے اس کی حفاظت کی اور ان کی تمام مساعی رائگاں گئیں۔ تب انہوں نے کمالِ نفاق سے آخری حربہ قرآن کے نام پر قرآنی دین کی روایات کو بے اعتبار بنانے اور بیانِ قرآن یعنی حدیث کو دنیا سے محو کر دینے کا منصوبہ بنایا لیکن قرآن نے انھیں پھٹکار دیا۔ اور ان کی وسیسہ کاریوں کو انھیں کے مونہہ پہ مار کر ان کے علی الرغم حدیث و روایت کے سلسلے میں حدیث سند حدیث مطاعن حدیث اوصاف رُوات عدد رواۃ اس عدد کی قلت و کثرت سے پیدا شدہ اقسام حدیث اوصاف رواۃ اور ان کے قوت و ضعف کے معیار سے حاصل شدہ انواع روایت وغیرہ کا ماخذ قرآن نے خود اپنے کو بتایا۔ تاکہ کسی بوالہوس کو قرآن کی آڑ لیکر خود اسی کے بیان کو بے اعتبار بنانے کی جرأت نہو۔ پس روایات حدیث عددی قسم کی ہوں یا وصفی قسم کی

Marfat.com

قرآن سے باہر نہیں جا سکتیں جب کہ قرآن ہی اُن کے حق میں مؤسّس ہے اور وہ کسی انسان کی اختراع و ایجاد سے پیدا نہیں ہو گئیں۔ البتہ ان کے رسماء و القاب اور اُن کے احوال کی مُعبّر اصطلاحات علماء نے اُن کے مناسب حال خود تجویز کر لئے سو اصطلاح کی تجویز کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ حقائق بھی ان کی اختراع کردہ ہیں اور ظاہر ہے کہ جب حدیث کی قسموں کے یہ معیاری اصول اور ان کی بنیادی انواع و اقسام قرآن کی تاسیس سے قائم شدہ ہیں اور وہی ان کی فروعی اقسام کا بھی بواسطہ اُصول مأخذ ہے تو انکار حدیث درحقیقت انکار قرآن ہے اور حدیث کی حجیت کا اِنکار فی الحقیقت قرآن کی حجیّت کا انکار ہے

حفاظتِ آلٰہی قرآن[1] و بیان[2] کی سینۂ نبویؐ تک

یہ یہی نہیں کہ حدیث کی یہ بنیادیں ہی قرآن نے قائم کی ہیں اور وہ اُن کے حق میں صرف مأخذ ہی ہے بلکہ غور کیا جائے تو قرآن ہی نے حدیث کے محفوظ من اللہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے جس کے بعد انکار حدیث کی نہ صرف یہ کہ گنجائش باقی نہیں رہتی بلکہ یہ انکار پہاڑ سے سر پھوڑنے کے مترادف ثابت ہوتا ہے جس سے منکر کے ایمان میں تو یقیناً خلل پڑ سکتا ہے لیکن روایت و حدیث کے نظم

Marfat.com

میں کوئی ادنیٰ خلل نہیں آسکتا وجہ یہ ہے کہ قرآن کے ارشاد کے مطابق قرآن فہمی بلا بیان کے نہیں ہوسکتی اور یہ کہ بیان ہی سے مرادات خداوندی کھل سکتی ہیں اس لئے قرآن کی حفاظت کے معنی صرف اس کے الفاظ کی حفاظت کے نہیں ہوسکتے بلکہ قرآن مع بیان کی حفاظت کے ہوں گے کیونکہ قرآن حکیم میں ایک درجہ الفاظ و تعبیرات کا ہے جس کا تعلق قرأۃ خداوندی اور پیغمبر کی لسانی حرکت سے ہے اور ایک درجہ معانی و مطالب اور مرادات خداوندی کا ہے جس کا تعلق بیان خداوندی یا بیان نبوی سے ہے پس قرآن کے تحفظ و بقاء کے معنی یہ ہیں کہ اس کے الفاظ و تعبیرات بھی محفوظ ہوں اور معانی و مرادات یعنی بیان بھی محفوظ ہو۔ ورنہ اگر الفاظ کی حفاظت ہو جائے اور معانی کی رہ جائے تو گویا نصف قرآن کی حفاظت ہوئی اور نصف غیر محفوظ رہ گیا یا معانی کی حفاظت تو کیجائے اور الفاظ و تعبیرات کی چھوڑ دیجائے تو پھر بھی وہی نصف قرآن کی حفاظت ہوئی اور نصف کی رہ گئی اس لئے مکمل حفاظت جب ہی ہوسکتی ہے جب لفظ و معنی اور قرآن و بیان دونوں محفوظ کر دیئے جائیں ورنہ ناقص حفاظت ہوگی جسے حفاظت نہیں کہا جاسکتا حالانکہ دعویٰ حفاظت کاملہ کا کیا گیا ہے جیسا کہ لفظ حافظوں کے مطلق لانے سے واضح ہے۔ اس بناء پر حق تعالیٰ نے دونوں ہی کی حفاظت

Marfat.com

کا ذمہ لیا کہ ایک کے بغیر دوسرے کا محفوظ رہنا دشوار تھا۔

چنانچہ جہاں تک حضور اکرمؐ کی ذات کا تعلق ہے حق تعالےٰ نے ان دونوں چیزوں کی حفاظت کی ذمہ داری عَلَیْنَا کے کلمہ سے فرمائی جو اپنے اوپر لازم کر لینے کے معنی میں آتا ہے یعنی عَلَیْنَا ہی کے کلمہ سے تو قرآن کی جمع و حفاظت کا سینۂ نبوی میں ذمہ ظاہر فرمایا۔ اور ظاہر ہے قرآن کے معنی مایُقرأ کے ہیں یعنی پڑھے جانے کی چیز۔ اور پڑھے جانے کی چیز ظاہر ہے کہ الفاظ ہی ہیں معنی نہیں ہو سکتے اس لئے ان عَلَیْنَا جمعہ وقرآنہ سے تحفظ الفاظ کا وعدہ ہوا۔ پھر عَلَیْنَا ہی کے کلمہ سے حضور کیلئے ان الفاظ کے مطالب و مرادات کھولدینے کا ذمّہ لیا جسے بیان کہتے ہیں کیونکہ بیان کے معنی کھولدینے اور واضح کردینے کے ہیں اور واضح معانی ہی کئے جاتے ہیں جو لفظوں میں مخفی اور لپٹے ہوئے ہوتے ہیں نہ کہ خود الفاظ کہ وہ ہر ایک حرف شناس کے لئے واضح ہوتے ہیں اس لئے ثم ان علینا بیانہ سے اس بیان کی حفاظت کی ذمہ داری واضح ہو گئی پھر ثمّ کا لفظ بھی اس کی کھلی دلیل ہے کہ اس کے بعد علینا سے جو ذمہ داری لی جارہی ہے اس کا پہلی ذمہ داری سے تعلق نہیں۔ ورنہ ثمّ کا لانا عبث ہو جائے گا۔ پس علینا کا تکرار اور ثمّ سے ان دونوں میں فصل ان دو ذمّہ داریوں کو کھلے طور پر واضح کر دیتا ہے۔ ایک الفاظ قرآن کی حفاظت

Marfat.com

کی اور ایک بیان قرآن کی حفاظت کی ظاہر ہے کہ اس بیان کو جو قرآن کے بارہ میں سینۂ نبوی میں ڈالا گیا جس تعبیر سے بھی ڈالا گیا ہو جب وہ حضور اکرمؐ کے سینۂ مبارک میں کسی ملفوظ کی شکل میں خطور کرے تو وہ ہی حدیثِ نبوی ہے جس کا مضمون تو من اللہ ہے اور الفاظ من الرسول اور ثم علینا سے اسی بیان کو سینۂ نبوی میں محفوظ کر دینے کی ذمہ داری حق تعالےٰ نے فرمائی تو دوسرے لفظوں میں حدیث کے تحفظ کی ذمہ داری رسول کی ذات کی حد تک اللہ کی طرف سے ثابت ہو گئی۔ پس اگر قرآن (مَا یُقرأ) ضائع نہیں ہو سکتا تو بیان (مَا یُبیَّن) بھی ضائع نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ نے پہلی چیز یعنی الفاظ تو رسول تک بذریعہ قراءۃ پہنچلئے چنانچہ کہیں فاذا قرأناہ (جب ہم قراءۃ کرنے لگیں) فرما کر اپنے کو قاری ظاہر فرمایا اور کہیں نتلوعلیک (ہم تم پر اے نبی تلاوت کرتے ہیں) فرما کر اپنے کو تلاوت کنندہ فرمایا ادہر دوسری چیز یعنی مراد ومطالب کا بیان رسول تک بذریعہ تعلیم پہونچایا۔ کیونکہ

Marfat.com

علم کا موضوع الفاظ کو پہچانا نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے معانی و مطالب کا سمجھانا ہوتا ہے، اور اسی کو تعلیم کہتے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنے ہی کو معلّم رسول بھی فرمایا :-

وعلّمك مالم تكن تعلم — اور ہم نے تعلیم دی تم کو وہ باتیں
وكان فضل الله عليك عظيما — جو تم نہیں جانتے تھے اور تھا تم پر اللہ کا بڑا فضل۔

کہیں اس تعلیم کو ہدایت کے لفظ سے تعبیر فرمایا جس کا تعلق الفاظ سے نہیں معانی ہی سے ہے۔ چنانچہ کتاب الٰہی اور ایمان باللہ کے بارہ میں اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ہی اے نبی تمہیں ایمانی مقاصد کی ہدایت کی ورنہ تم اس سے پہلے ان باتوں سے واقف نہ تھے۔ ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا۔

بہرحال قرآن کے الفاظ اور معانی تلاوت اور ھدایت و تعلیم کے ذریعہ پیغمبر تک بحفاظت تمام پہنچ گئے اور سینۂ نبوت میں جمع اور محفوظ ہو گئے۔

Marfat.com

حفاظتِ آلٰہی اس قرآن و بیان کی اُمّت کی حد تک

مگر سب جانتے ہیں کہ قرآن اُتارنے کا مقصد قیامت تک کے انسانوں کی تکمیل ہے جیسا کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا سے واضح ہے۔ اس لئے محض رسول کی تعلیم اور اُن پر تلاوت کر دینے سے یہ مقصد عظیم پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ یہ قرآن و بیان ساری اُمت تک اُسی حفاظت سے نہ پہنچ جائے اور تا قیام قیامت اسی طرح محفوظ نہ ہو جائے جس طرح رسول تک پہنچا اور محفوظ ہو گیا تو حق تعالےٰ نے اسی تلاوت اور تعلیم و ہدایت کا ذمہ جو رسول کیلئے خود لیا تھا امت رسول کیلئے وہی ذمہ رسول کے سر عائد فرمایا کہ وہ امت کیلئے تلاوت آیات بھی کریں تاکہ الفاظ قرآنی امت تک پہنچ جائیں اور تعلیم و ہدایت کا سلسلہ بھی قائم کریں تاکہ مطالب و مرادات الٰہی بھی امت تک پہنچ جائیں اور اس طرح قرآن و بیان کے بکمال امانت و دیانت آگے تک پہنچتے رہنے کا سلسلہ قائم فرما دیں چنانچہ رسول کی ذمہ داریاں ظاہر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

Marfat.com

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔

تحقیق احسان فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنین پر جبکہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں اور دوسرے ان لوگوں میں جو ابتک اُن سے ملے ہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے

اس میں وہی تلاوۃ اور تعلیم کی ذمّہ داری رسول پر ڈالی گئی ہے جس کی ذمّہ داری رسول تک پہنچانے کی خود حق تعالےٰ نے لی تھی۔ یہاں تک تو رسول پر منصبی ذمّہ داری عائد کر دیئے جانے کی اطلاع تھی۔ لیکن یہ کہ رسول نے ذمّہ داری کو عملی جامہ پہنایا یا نہیں اور قرآن کے ساتھ بیانِ قرآن امّت تک پہنچ گیا یا نہیں؟ تو تعلیم کے بارے میں فرمایا (یعلمکم مالم تکونو تعلمون اور تمہیں وہ تعلیم دیتا ہے اس کی جو تم نہیں جانتے تھے) اور ہدایت کے بارے میں فرمایا۔ (وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔ (اور آپ اے پیغمبر البتہ ہدایت کرتے ہیں سیدھے راستہ کی)، رہا دوسرا بیان کے بارے میں فرمایا۔

Marfat.com

وانزلنا الیک الذکر، تبین للناس ما نزل الیھم (اور ہم نے اے پیغمبرؐ ان کی طرف یہ ذکر (قرآن) اُتارا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس چیز کو کھول کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے) غرض جو تلاوۃ تعلیم بیان اور ہدایت اللہ سے رسول کیطرف آئی تھی بعینہٖ اُسی کا رسول سے امت کی طرف آنا بھی ثابت ہو گیا اور خوب خوب نمایاں ہو گیا کہ قرآن کیساتھ ابتدائے نزولِ قرآن سے بیان لازم رہا ہے کیونکہ بلا بیان کے قرآن لفظ محض ہو گا۔ جس کی مرادات اور مطالب کی تعیین و تشخیص لوگوں کو اپنی ہو گی جو محض ظنّی اور قیاسی رہ جائے گی۔ اس لئے تلاوۃ و قرأۃ کیساتھ تعلیم و ہدایت اور بیان کی ذمّہ داری خود صاحب قرآن نے لی۔ جس سے صاف واضح ہے کہ قرآن کے الفاظ بھی منزّل من اللہ ہیں اور معانی و مرادات بھی منزّل من اللہ ہیں جن کے اظہار کا نام بیان ہے۔ اسلئے قرآن کے بارے میں اولیّن قاری حق تعالےٰ نے اپنے کو فرمایا جیسا کہ فاذا قرأناہ سے ظاہر ہے ورنہ فاذا ثبّتہ فرمایا جاتا۔ اسی طرح بیان کے بارے میں اولیّن مبیّن اور اور مفسر قرآن بھی خود اپنے ہی کو فرمایا جیسا کہ ثمّ ان علینا بیانہ کو ظاہر ہے۔ ورنہ ثمّ ان علیک بیانہ فرمایا جاتا پس اپنے ہی کو قاریٔ اوّل اور اپنے ہی کو مبیّنِ اوّل فرما کر گویا اس کا دعویٰ

Marfat.com

فرمایا کہ الفاظِ قرآن ہوں یا مطالبِ قرآن یعنی بیان دونوں ہمارے ہی نازل کردہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی رسول کی افشاء یا ایجاد کو دخل نہیں اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں نہ لفظ بلا معنی مراد کے کار آمد ہیں اور نہ مراد بلا مقررہ الفاظ کے تعبیر میں آسکتی ہے۔ اسلئے قدرتی طور پر جہاں بھی نزول قرآن کا ذکر ہوگا وہاں نزول بیان بھی ساتھ ساتھ مراد لینا ضروری ہوگا کہ بغیر نزول معنی کے نزول الفاظ بے معنی ہے۔ ایسے ہی جہاں بھی حفاظتِ قرآن کا ذکر ہوگا وہاں یہ بیان قرآن بھی اس حفاظت میں شامل رکھا جانا ضروری ہوگا کہ بغیر حفاظتِ بیان کے قرآن کے الفاظ کی حفاظت بے معنی ہوگی۔ پس جبکہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔

انا نحن نزلنا الذکر — ہم ہی نے ذکر (قرآن) اُتارا۔

تو اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ ہم نے صرف الفاظِ قرآن بلا معنی مراد کے اتار دیئے۔ یا معانی بلا الفاظ کے نازل کر دیئے۔ بلکہ یہی اور صرف یہی مطلب لیا جائے گا کہ پورا قرآن یعنی الفاظ و معانی کا قرآن اتارا جس کے الفاظ بھی ہمارے ہی تھے اور معانی بھی ہمارے کیونکہ ہم نے ہی اُسے پڑھ کر رسول کو سنایا اور قرأۃ الفاظ کی ہوتی ہے۔ اور ہم نے ہی بیان دے کر رسول کو سمجھایا اور سمجھاتا معانی مراد کا

Marfat.com

ہوتا ہے۔ غرض یہاں ذکر سے قرآن مع بیان مُراد ہوا۔ پس کہ وہ دونوں نازل کردہ ہیں۔ اسی طرح جبکہ اس آیت کے اگلے ٹکڑے میں قرآن کی حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُوْن — اور ہم ہی اس قرآن کے محافظ ہیں۔

جس میں لہٗ کی ضمیر اسی ذکر کی طرف راجع ہے جس کے معنی قرآن مع بیان کے تھے تو یہاں حفاظت کے دائرہ میں بھی وہی قرآن مع بیان ہی مراد لیا جانا ضروری ہوگا اور محافظت کا تعلق دونوں ہی سے ماننا پڑے گا کہ قرآن اور اس کے بیان کے ہم ہی محافظ ہیں۔ ورنہ یہ حفاظت مکمل نہ رہے گی بلکہ ادھوری اور ناقص رہ جائے گی حالانکہ آیت میں لحافظون مطلق لایا گیا ہے جس سے اصولِ عربیت کے مطابق حفاظت کا فرد کامل مراد لیا جانا ضروری ہے اور حفاظتِ کاملہ وہی ہے جو لفظ و معنی اور قرآن و بیان دونوں کو شامل ہو جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے۔ اسلئے آیت کے دعوی کا حاصل یہ نکلا کہ ہم ہی قرآن کے لفظوں کے بھی محافظ ہیں اور ہم اُس کے معنی اور بیان کے بھی محافظ ہیں ورنہ اس کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے کہ وہ اس کے الفاظ کے تو محافظ ہوں اور معانی کے نہوں۔ درحالیکہ الفاظ کا مقصد معنی ہوتے ہیں۔ جب مقصد ہی محفوظ نہ رہا تو وسائلِ محضہ کے محفوظ رہنے سے

Marfat.com

فائدہ ہی کیا ہُوا؟ ایسے ہی یہ بھی مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہم اُس کے معنی کے تو محافظ ہیں لفظوں کے نہیں درحالیکہ تعبیرات گم ہو جائیں تو معانی کی طرف رہنمائی ممکن نہیں کیونکہ بغیر الفاظ کے معانی موجود ہی نہیں رہ سکتے۔ چہ جائیکہ محفوظ رہیں۔ ہاں یہ صورت اس وقت بن سکتی تھی کہ لحافظون کو لفظ یا معنی کیساتھ مقید کر کے لایا جاتا تو جس کی قید لگی ہوتی۔ صرف اُسی کی حفاظت مراد ہوتی۔ لیکن مطلق لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ لفظ و معانی دونوں ہی اس حفاظت کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ بہرحال لفظ و معنی اور قرارۃ و بیان میں سے ایک بھی گم ہو جائے تو ذکر کی حفاظت باقی نہیں رہ سکتی۔ جس کا دعویٰ کیا جا رہا ہے بلکہ ذکر ہی سرے سے باقی نہیں رہے گا چہ جائیکہ وہ محفوظ رہے۔

وہی حفاظت اس قرآن و بیان کی تا قیام قیامت

پھر جیسا کہ لحافظون کا کلمہ اپنے مشمولات کی رو سے مطلق ہے جس میں لفظ محض یا معنی محض مراد نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اطلاق کی وجہ سے دونوں ہی کو شامل ہوگا۔ ایسے ہی یہ کلمہ (لحافظون) زمانوں کے لحاظ سے

Marfat.com

بھی مطلق ہے جس میں کسی زمانہ کی قید لگی ہوئی نہیں ہے کہ یہ حفاظت لفظ و معنی صرف ماضی کی حد تک تھی یا صرف مستقبل اور حال کے لئے ہے بلکہ ہر زمانہ اُس کے اطلاق کے نیچے داخل ہے اور حاصل یہ ہے کہ ہم ماضی و حال اور مستقبل ہر زمانہ میں اس کے محافظ ہیں اندریں صورت کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس حفاظت کو زمانۂ نبوی یا زمانۂ صحابہ کیساتھ مقید کر دے ورنہ کلام خداوندی کے اطلاق کی تقید لازم آئے گی جو تبدیل و تحریف کے ہم معنی ہے اس لئے اِس حفاظت الٰہی کا دوام بھی اسی آیت سے ثابت ہو رہا ہے۔ بہرحال قرآن کے لفظ و معنی کی جو حفاظت خداوندی قرأۃ و بیان کے ذریعہ حسبِ دلالت علینا جمعہ اور علینا بیانہ رسول کی ذات کی حد تک ثابت ہوئی تھی وہی حفاظت الٰہی اس قرآن و بیان کی اُمت کی حد تک اور وہ بھی تا قیام قیامت اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گئی۔ خواہ اس کا طریقہ محض نقل و روایت ہو یا خط و کتابت سو رسول کی حد تک تو یہ قرآن و بیان بصورت الہام خداوندی روایت باطنی کے طور پر محفوظ رہا اور اُمت کی حد تک بصورت نقل و روایت ظاہری یا تحریر و کتابت کے طور پر محفوظ رکھا گیا۔ اس لئے اس بیانِ قرآن یعنی حدیث کا تحفظ من جانب اللہ اللہ سے رسول تک اور رسول سے امت تک اور وہ بھی تا قیامت

Marfat.com

قرآن سے ثابت ہوگیا۔ فللہ الحمد

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر اسلام آخری اور دائمی دین ہے اور قرآن آخری و دائمی کتاب ہے تو یہ آیت حفاظت اور اس کا دعوائے حفاظت بھی دوامی اور قیامت تک ہونا چاہیئے۔ ورنہ قرآن کے ایک جزء کے بھی دوامی نہ رہنے سے قرآن دائمی نہ رہے گا۔ اور جبکہ اللہ کا یہ دعوائے حفاظتِ قرآن و بیان دائمی مانا جائے تو فعلِ حفاظت بھی دوامی ہی ماننا پڑے گا ورنہ اللہ کے دعوائے حفاظت کا غیر واقعی ہونا لازم آئے گا۔ اسلئے اس حفاظتِ قرآن و بیان کا قیام قیامت تک وقوع میں آتا رہنا ضروری ہوگا جس سے پوری امت کی حد تک قرآن اور اس کے بیان یعنی حدیث کا قیامت تک محفوظ من اللہ ہونا خود اس آیت کی دلالت سے ہی ثابت ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ جیسے حق تعالےٰ شانہ نے اپنے کلام کے الفاظ و مرادات کو اپنی حفاظت کیساتھ سینۂ نبوت میں اُتار کر جمع اور محفوظ کر دیا تھا ایسے ہی اُسکے رسول نے بھی اسی حفاظتِ خداوندی کی مدد سے قرآن و بیان کو سینۂ امت میں منتقل فرما دیا اور اس طرح قرآن و حدیث بحفاظتِ الٰہی قیامت تک کی امت تک بتمام و کمال

Marfat.com

پہونچ گئے۔ فرق اتنا ہے کہ خدا سے نبی تک قرآن و بیان بلا توسط اسباب محض باطنی رشتوں سے منتقل ہوا۔ اور رسول سے امت تک کھلے طور پر توسیط اسباب منتقل ہوتے رہنے کا راستہ ہموار ہوا چنانچہ جسطرح حفظ قرآن کے ذریعہ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کرائی گئی کہ تواتر طبقہ کے ساتھ قرآن کی روایت کی جاتی رہی اور کیجاتی رہے گی اور وہ ہر قرن میں لاکھوں سینوں کی امانت بنا رہا اور بنا رہے گا ایسے ہی حفاظ حدیث کے ذریعہ حدیث یعنی اس بیان قرآن کی حفاظت کرائی گئی کہ حفاظتِ خداوندی نے انہیں محیر العقول حافظے عنایت کئے۔ انہوں نے اعجازی طور پر حدیث کے متنوں اور اسانید کو سلف سے خلف تک فنی طور پر پہونچایا جو دیانتاً ہی نہیں قانوناً بھی قابلِ رد یا ناقابلِ قبول نہیں ہو سکتیں اور حدیث لاکھوں سینوں کی امانت بن گئی۔ پھر جس طرح مفسرین نے قرآنی علم کی حفاظت کے لئے سینکڑوں مستقل علوم وفنون وضع کئے جن کا نام تک بتلانے کے لئے مستقل کتابیں لکھی گئیں جیسے الاتقان فی علوم القرآن علامہ سیوطی کی یا جواہر القرآن غزالی کی وغیرہ وغیرہ جس سے قرآنی علوم کی انواع کھلیں اور قرآن اپنی ایک ایک لفظی اور معنوی حیثیت سے محفوظ ہو گیا جس کی بدولت حفاظت کنندے

Marfat.com

ایک طبقہ نے اس کے الفاظ کی حفاظت کی جو حفاظ کہلائے جو ہر قرن میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں رہے اور ہیں۔

ایک طبقہ نے اس کے اعراب کی حفاظت کی اور زیر و زبر لگائے تاکہ حفاظ کی حفاظتِ الفاظ باضابطہ رہے۔ اس کے حروف کلمات رکوع اور سورتیں سب گن گن کر رکھدیں اور بکمالِ ضبط و حفظ گن کر محفوظ کر دیں۔

ایک طبقہ نے اس کے طرزِ ادا کی حفاظت کی جو قراء و مجودین کہلائے۔

ایک طبقہ نے اس کے طرزِ کتابت کی حفاظت کی جو علماء رسم الخط کہلائے۔

ایک طبقہ نے اُس کے لغات و محاورات کا تحفظ کیا جو علماء مفردات کہلائے۔

پھر اس کے بیان کی روشنی میں جس کا نام سنت اور اسوۂ حسنہ ہے خواہ قولی ہو یا فعلی معانی کی مختلف جہات کا تحفظ مختلف طبقات نے اپنے ذمہ لیا اور ان حفاظتوں کو مختلف علوم و فنون کی حیثیت دی۔

ایک طبقہ نے تفسیر باللغۃ کی اور اس کی وجوہ فصاحت و بلاغت

Marfat.com

کو واضح کیا جو علماء عربیت کہلائے۔

ایک طبقہ نے تفسیر بالروایت کی جو اہل الاثر کے نام سے موسُوم ہوئے۔

ایک طبقہ نے اس کی جزئیات مستنبطہ کی حفاظت کی جو فقہا کہلائے۔

ایک طبقہ نے درایت سے اسکے عقلی پہلوؤں کو واضح کیا جو علماء اسلام اور اہل کلام کہلائے۔

ایک طبقہ نے اس کی کلیات وجزئیات میں سے عِلل احکام کا استخراج کرکے اُسے لا اور قانون کی صورت میں پیش کیا جو ائمہ ہدایت اور مجتہدین کہلائے۔

ایک طبقہ نے اس کے مواعظ وحِکم اور امثال وعِبر کی نگہداشت کی جو خطباء کہلائے۔

ایک طبقہ نے اس کے وقائع اور قصص کی تبیین اور تفصیل کی جو مورخین کہلائے۔

ایک طبقہ نے اُس کے جزئی معانی سے اصول وکلیات کا استنباط کیا جن سے اُس کے علوم کا انضباط ہوا اور وہ مفکرین امت کہلائے۔

ایک طبقہ نے اس سے مسائل استخراج کرنے کے لئے وجوہ استخراج منضبط

Marfat.com

کئے اور انکی جامع اصطلاحات ناسخ و منسوخ محکم و متشابہ خاص و عام مطلق و مقید عبارت و دلالت اقتضاء و اشارۃ مجمل و مفسّر وغیرہ وضع کیں جو علماء اصول کہلائے۔

ایک طبقہ نے اس سے اقوام عالم کی ذہنیتوں فطرتوں اور ان کے عروج و زوال کے سیاسی اصول منضبط کئے جو علماء ادارۃ کہلائے۔

ایک طبقہ نے اُس سے باطنی علوم و حقائق نفسیات کے انقلابی طُرق اور شہود و انکشاف قواعد نکالکر اُن کی حفاظت کی جو عُرفاء کہلائے۔

غرض قرآن حکیم کی لفظی اور معنوی جہت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جسکی حیرت انگیز حفاظت نہ کی گئی ہو اور وہ بھی اس شان سے کہ کوئی طریق حفاظت اختراعی نہیں بلکہ استنباطی ہے جو قرآن اور بیان قرآن سے ماخوذ اور ہر علم و فن کے اصول کے لئے احادیث و آیات سے شواہد موجود چنانچہ ان علوم میں سے جس علم کو بھی اٹھا کر دیکھا جائے وہ کسی نہ کسی آیت یا روایت کی تفسیر نظر آتا ہے جس کے مسائل کیلئے کسی نہ کسی آیت اور حدیث سے شاہد عدل پیش کر دیا گیا ہے۔ گویا قرآن کے ان علوم کی طرف سنت نے رہنمائی کی نہ کہ ان علماء کی طبائع یا عقول محض نے اور اگر کہیں عقل صافی سے بھی کام لیا گیا ہے تو اُسے نور سنت سے مستنیر بنا کر ہی قابل التفات سمجھا گیا ہے جس سے دنیا آج تک

Marfat.com

انگشت بدنداں ہے ولوکرہ الکافرون۔

حدیث کی حفاظت امّت کے ہاتھوں اور اس کے مختلف ادوار!

پھر جس طرح امّت کے ہاتھوں کلام خداوندی کی حفاظت من جانب اللہ کرائی گئی بعینہ اسی طرح بیان قرآن یعنی حدیث کی حفاظت کے لئے بھی حق تعالیٰ نے امّت مرحومہ کو موفق فرمایا اور اس امّت نے جسطرح تحفظ کتاب میں حیرت انگیز سعی کرکے دکھلائی اس سے کہیں زیادہ سنّت کے تحفظ میں سرگرمی کا حق ادا کیا۔ اور وہ کچھ کر دکھایا جو دنیا کی کوئی قوم اپنی کسی سماوی کتاب کی ساتھ بھی نہیں کر سکی۔ فرق صرف یہ تھا کہ کلام الٰہی کی وحی چونکہ بلفظہ نازل ہوئی تھی اس لئے وہاں الفاظ کا تحفظ بھی لازمی تھا کہ وحی ہی کلامی تھی اور معجزہ ہی کلام کا تھا۔ مگر اس وحی غیر متلو (سنّت) میں معانی و مضامین تو من اللہ تھے مگر الفاظ منزّل من اللہ نہ تھے اس لئے یہاں تحفظ الفاظ بجنسہ ضروری نہ تھا بلکہ روایت بالمعنی کی بھی اجازت تھی اس لئے امت نے نفس مضمون وحی کی حفاظت پر پورا زور صرف کر دیا گو اس کے

Marfat.com

ساتھ الفاظ کو محفوظ رکھنے کی بھی انتہائی جدوجہد کی چنانچہ ہر حدیث کے الفاظ یا بعینہ محفوظ ہیں یا ایسے متقارب ہیں کہ قریب بعینہ کے ہیں۔ بہرحال حدیث کی غیر معمولی حفاظت من اللہ ہوئی جس کے انداز مختلف ہوئے۔

ابتداءً حفظ حدیث کا دور آیا جو دور صحابہ ہے اس وقت زیادہ تر حدیث سینوں کی امانت رہی گو اسی زمانہ میں کتابت حدیث بھی جاری ہو چکی تھی جیسا کہ متعدد روایات میں اس کی تصریحات موجود ہیں تاہم غلبہ حفظ ہی کا تھا۔ اور صحابہ نے کمال تدین و احتیاط سے اس وعدہ خداوندی کو حافظہ کی مدد سے پورا فرمایا کہ ہمارے ہی ذمہ قرآن کے بیان کی بھی حفاظت ہے۔ گویا یہ وعدہ انہی سے کیا جا رہا تھا۔ پھر تدوین حدیث کا دور آیا جو تابعین سے شروع ہوتا ہے اور ممالک اسلامیہ کے مختلف اطراف و جوانب سے حفاظ حدیث نے کتابت حدیث کر کے حدیث کی تدوین کی۔

پھر تجرید حدیث کا دور آیا جس میں تنقیح کے ساتھ آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے حدیث کو الگ کر کے جمع کیا گیا۔

پھر تنقید حدیث کا دور آیا جب کہ وضاعین حدیث یعنی

Marfat.com

منکرین حدیث بصورت مقرّین حدیث بھی کھڑے ہوگئے اور اصحاب صحاح کا وقت شروع ہوگیا جنہوں نے حدیثوں کو نکھار نکھار کر صحیح کو ضعیف سے اصل کو موضوع سے الگ کیا اور اس لئے اسناد پر زور دیا جانے لگا تاکہ اس کی رو سے حدیث و خبر کے اعتبار و عدم اعتماد کا فیصلہ کیا جائے اور سند صفاتِ سند، اور عدد رواۃ کے معیار سے حدیثوں کی قسمیں کی گئیں جیسا کہ قرآن ہی نے اُس کی بنیاد رکھکر اصول قائم کر دیئے تھے جن کی تفصیل گذر چکی، پھر اُن کے اصطلاحی نام تجویز ہوئے۔ اور اُمت نے اپنی ذکاوۃ اور علمی فراست کا ثبوت دیتے ہوئے حدیث کو فنی طور پر محفوظ کیا۔

حدیث کی حفاظت فنّی طور پر ہوئی اور اس سے مستقل علوم و فنون بنے

بہرحال حدیث اپنے عہد طفولیت سے چلکر قرن اوّل میں محفوظ ہوئی قرن ثانی میں مدوّن ہوئی قرن ثالث میں منقّح ہوکر آثار صحابہ سے الگ ہوئی پھر قرن رابع میں تنقید

Marfat.com

کے ساتھ نکھر کر منضبط ہوئی۔ اور پھر قرون مابعد میں مختلف ابواب پر منقسم ہو کر مرتّب ہوئی۔ اور بالآخر اُسے فنی طور پر محفوظ کر دینے کیلئے امّت نے علم حدیث کے سلسلہ میں تقریباً بیاسی علوم و فنون وضع کئے اور فن روایت کو ہر سمت اور ہر جہت سے ایسے محیر العقول طریقہ سے محفوظ کیا کہ اُس کا ایک ایک گوشہ ایک ایک علم بن گیا جس پر ہزاروں کتابیں تصنیف ہوئیں جس سے علوم حدیث مثل متن حدیث سند حدیث۔ اقسام حدیث۔ غریب الحدیث مصطلحات الحدیث۔ علل حدیث۔ مطاعن حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ کے مستقل علوم و فنون کی صورت اختیار کر لی۔ اور حدیث کے طفیل میں کتنے ہی اہم ترین فنون روایت منظر عام پر آگئے جس سے حدیث کی حفاظت محض لوگوں کے حافظے یا شخصی مناسبت وسعی پر معلق نہ رہی بلکہ اصول و قواعد فن۔ قوانین و آئین اور وجوہ و دلائل کی قوت سے باضابطہ بھی اس کا تحفظ وجود میں آگیا جس کے حیرت ناک کارنامے تاریخ کی زینت اور ملّت کی عظمت بنے ہوئے ہیں۔ ولو کرہ المنکرون۔

حفاظت قرآن و حدیث کا کرشمہ
اور محافظ افراد کی مسلسل آمد کا وعدہ

پھر جس طرح قرآن و بیان کے بارے میں حفاظتِ خداوندی نے یہ عظیم کرشمہ دکھلایا کہ اُمت میں حفاظِ قرآن اور حفاظ حدیث نیز علمائے قرآن اور علمائے حدیث کو کھڑا کیا جو اس کے لفظ و معنی اور قرائت و بیان کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ایسے محافظ افراد کے قیامت تک کھڑے ہوتے رہنے کا اپنے سچے وعدوں سے اطمینان بھی دلایا کہ امت میں ایک طائفہ حقہ برابر قائم رہے گا جو منصور من اللہ ہوگا۔ مخالفت کرنے والے اُسے ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور رسوا کرنے والے اُسے رسوا نہ کر سکیں گے۔ پھر یہ بھی وعدہ دے دیا کہ ہر دور میں سلف کے بعد خلف صالح پیدا ہوتے رہیں گے جو غالیوں کی تحریفوں۔ دروغ باف منکروں کی دروغ بافیوں اور جہلاء کی رکیک تاویلوں کی قلعی کھولتے رہیں گے۔ نیز یہ بھی اطمینان دلایا کہ اس سب کے باوجود پھر بھی اگر فریبی اور مکار لوگ قرآن یا بیان قرآن کے بارے میں اپنی چرب زبانیوں اور جعل سازیوں سے عام قلوب کے لئے کچھ تلبیس یا التباس کا سامان پیدا کر بھی دیں گے تو ہر صدی پر مجدد آکر دین کو پھر از سر نو

Marfat.com

نکھارتے رہیں گے۔

انواع منکرین کی من وعن خبر دیدی گئی اور اس سے بڑھ کر حفاظتِ

اہلی کا ایک دوسرا عظیم کرشمہ یہ بھی نمایاں ہوا کہ اس حفاظت الٰہی میں خلل ڈالنے والے رخنہ اندازوں کی انواع، ان کے دجل وفریب کی صورتوں اور اُن کے ناپاک ارادوں کی من وعن خبریں بھی دے دی گئیں۔ تاکہ اُمّت کے اہلِ حق ہوشیار رہیں اور اِن مکّاروں کی چالاکیاں ایک طرفہ کارروائی کرکے اُمّت کو گمراہی کا شکار نہ بنا سکیں۔

وضاعین

چنانچہ حدیث نبوی میں مختلف قسم کے منکرین حدیث کی خبر دی گئی کہ وہ مختلف صورتوں اور مختلف اندازوں سے حدیثِ رسول کا اعتبار ختم کرنے کی ناپاک سعی کرینگے ایک طبقہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ وضاعینِ حدیث کی صورت میں نمایاں ہوگا۔ جو وضع حدیث کے پیرایہ میں حدیث کو بے اعتبار ثابت کرکے گویا اُس سے انکار کی دعوت دیگا۔

عن ابی ھریرہ قال قال رسول — فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون — آخر زمانہ میں ایسے دجال وکذاب۔

فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یا — جھوٹے اور جعلساز پیدا ہوں گے۔ ح

Marfat.com

تونکم من الاحادیث مالم تسمعوا
انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم
لایضلونکم ولا یفتنونکم
(رواہ مسلم)

تمہارے سامنے ایسی حدیثیں گھڑ گھڑ کر
بیان کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی
نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ دیکھو ان سے
بچتے رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور
مبتلائے فتنہ و فساد نہ بنا دیں۔

پس یہ تو ان لوگوں کی اطلاع تھی۔ جنہوں نے حدیث اور بیانِ قرآن کو معتبر کہہ کر بلکہ اس سے عقیدت کا اظہار کر کے عیاری سے جعلی حدیثیں گھڑیں اور اصلی حدیثوں میں رد و بدل کر شائع کیں تاکہ اصلی حدیث کا اعتبار اُٹھ جائے۔ گویا اقرار کے پیرایہ میں انکار حدیث کیا۔

منکرین

پھر ایسے لوگوں کے وجود کی بھی حضور نے خبر دی جو کھلے بندوں حدیث کا انکار کر کے اُسے بے اعتبار بنانا اور مٹا دینا چاہیں گے اور اس عیاری کیساتھ کہ قرآن کا نام لیکر قرآن کی رو سے اس بیانِ قرآن کو ختم کر دینا چاہیں گے۔

عن المقدام بن معدیکرب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ
معہ الا یوشک رجل شبعان

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار
رہو کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس
کے ساتھ اُسی کا مثل اور بھی دیا گیا ہے
(حدیث) آگاہ رہو کہ ایک پیٹ بھرا

Marfat.com

علی اثر یکتہ یقول علیکم بھذا القرآن
فما وجد تم فیہ من حلال فاحلوہ
وما وجد تم فیہ من حرام فحرموہ
وان ما حرم رسول اللہ کما حرم
اللہ لا یحل لکم الحمار الاھلی
ولا کل ذی ناب من السباع ولا
لقطۃ معاھدٍ الا ان یستغنی
عنھا صاحبھا الخ۔

(رواہ ابوداؤد)

تو کوئی قسم کا آدمی، صندوقچہ پر بیٹھ کر کہے
کہ لوگو بس قرآن کو مضبوط تھامو جو اس
میں حلال ہے اُسے حلال سمجھو اور جو اس
میں حرام ہے اسے حرام سمجھو (حدیث کا
کوئی اعتبار نہیں) حالانکہ (حدیث میں) رسول
اللہ نے بھی بہت سی چیزوں کو حرام کیا ہے
جیسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ دیکھو پالتو
گدھے کا گوشت تمہارے لئے حلال نہیں کھلے
دانت والے درندے تمہارے لئے حلال
نہیں، کسی معاہد کی گری پڑی چیز تمہارے
لئے حلال نہیں۔ الا یہ کہ تمہاری اطلاع
کے بعد وہ خود ہی اس سے دستبردار ہو جائے
وغیرہ۔

اس حدیث نے فتنہ انکار حدیث کا منشاء بھی بتلا دیا کہ وہ منکروں کی شکم سیری اور پیٹ بھرے ہونے کا کرشمہ ہوگا دنیا کی طرف سے بے فکری ہوگی تو دین پر ہاتھ صاف کرنیکی سوجھے گی۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ ان

ہرگز نہیں۔ بات اصل یہ ہے کہ انسان

Marfat.com

راہ استغنیٰ

سرکش ہوجاتا ہے اور دین کو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ جب اپنے آپ کو مال و دولت کی وجہ سے مستغنی دیکھتا ہے (جیسا کہ امم سابقہ اور خود اس امت کا اس بارے میں یہی وطیرہ رہا ہے۔

پس غور کیا جائیے تو وضاعین حدیث روافض کے نقش قدم پر ہیں جنہوں نے قرآن کو محرّف بتلانے کیلئے ہزاروں حدیثیں وضع کیں اور منکرین حدیث خوارج کے نقش قدم پر ہیں جنہوں نے قرآن کا نام لیکر احادیث کو بے اعتبار ٹھہرایا۔

محرّفین

یہ تو وہ طبقات تھے جنہوں نے برملا انکار حدیث یا تحریف الفاظ حدیث کا فتنہ اُمت میں پھیلایا۔ ایسے طبقوں کی خبر بھی دی گئی ہے جو الفاظ حدیث کو مان کر اس کی معنویت میں تحریف کے مرتکب ہونے والے تھے چنانچہ احادیث میں اِن تحریف معنوی کرنے والوں کی اطلاع بھی موجود ہے جو قرآن و حدیث کو ثابت مان کر پھر اس سے آزاد بلکہ اُس پر اپنی عقل کو حکمراں سمجھیں گے اور معانیٔ قرآن و حدیث میں عقل محض اور رائے مجرد سے معنوی تحریف کر کے ان کا نقشہ بدل دینے کی کوشش کرینگے جس سے اُمّت میں مستقل گروہ بندی کی خو پیدا

Marfat.com

ہوجائے گی۔ فرمایا گیا۔

تفرقت الیھود علیٰ احد وسبعین	بٹ گئے یہود اکہتر فرقوں پر اور بٹ
فرقۃ وتفرقت النصاریٰ علیٰ ثنتین	گئے نصاریٰ بہتر فرقوں پر اور بٹ جاوے
وسبعین فرقۃ وستفترق امتی	گی میری اُمت تہتر فرقوں پر سوائے ایک
علیٰ ثلث وسبعین فرقۃ کلھا فی النار	فرقہ کے سب جہنمی ہوں گے۔
الا واحدۃ۔	

یہ گروہ بندی قرآن و حدیث کے انکار کے نام پر نہیں بلکہ اقرار کے نام پر ہوئی اور امّت میں اصولاً بہتر فرقے بن گئے۔ یہ وہی معنوی تحریف ہے جو یہود و نصاریٰ کا وطیرہ تھا۔ جس سے ان میں بہتر فرقے پیدا ہو گئے تھے اور رفتہ رفتہ توراۃ و انجیل کا اصل علم گم ہو گیا۔

یحرفون الکلم ان مواضعہ ونسوا	کلمات (دین) کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں
حظا مما ذکروا بہ	اور نصیحتوں سے جو یاد کرایا گیا تھا اُسے
	بھلا بیٹھے ہیں۔

بہرحال جس طرح قرآن و حدیث کی حفاظت کی خبر دیتے ہوئے محافظین کی انواع پر مطلع کیا گیا کہ کوئی مجدد ہوگا کوئی خلفِ عادل کوئی منصور علی الحق وغیرہ ایسے ہی اس حفاظت الٰہی میں خلل ڈالنے والے خائنوں، چوروں اور ڈکیتوں کی انواع پر بھی مطلع کر دیا گیا کہ ان میں سے کوئی دجال ہوگا۔

Marfat.com

کوئی کذاب ہوگا اور کوئی پیٹ کا گدھا اور شبعان ہوگا غرض کوئی بیان قرآن کے الفاظ کا منکر ہوگا کوئی اس کے معنی کا انکار کرے گا۔ کوئی اس کی حجیت سے دستکش ہوگا کوئی اس کی تاریخی حیثیت پر طعنہ زن ہوگا اور کوئی سرے سے قرآن ہی کو جعلی دستاویز بتلا کر اس دین سے لوگوں کو بیزار بنانے کی مہم سرانجام دیگا۔ غرض کچھ قرآن کے منکر ہوں گے اور کچھ بیانِ قرآن کے۔ چنانچہ لفظ و معنی اور اصول و قواعد کے ایک ایک گوشے سے ان دجّالین وکذابین نے حدیث و قرآن کے راستے میں رہزنی کی اور جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن کیساتھ اس کا بیان لازم ہے ورنہ خود قرآن ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ اِن طبقات نے اپنی منحوس اغراض کے ماتحت قرآن کو مٹانے کے لئے اس کے بیان کا مختلف رُوپوں میں انکار کیا۔ لیکن علمائے اُمّت اور محدثین شکر اللہ مساعیہم نے فنی طور پر جن اصول سے حفاظتِ حدیث کا فریضہ انجام دے کر حفاظت قرآن کا کام کیا اُنہی اصول سے منکروں کی ان ناپاک مساعی کے پرخچے اڑا دیئے جو انکار حدیث کے سلسلہ میں کی گئیں اور ان کی دسیسہ کاریوں کو حجت و برہان سے پامال کر کے رکھ دیا

بہرحال اس سلسلہ میں اِس حفاظتِ خداوندی پر قربان ہو جیئے کہ جہاں قرآن و حدیث کے تحفظ کے یہ وسائل اور جوارحِ الٰہی (حُفّاظ و

Marfat.com

محدثین) پیدا کئے جنہوں نے حدیث و قرآن کو محفوظ کیا۔ رہیں دشمنانِ حدیث و قرآن اور ان کی چالاکیوں اور انکار حدیث کے مختلف روپوں کی بھی پہلے ہی سے خبریں دے دیں تاکہ خدامِ قرآن و حدیث ان کے مکر و فریب پر مطلع رہیں اور ان کے دجل و فریب اور کذب و افتراء کے جال میں پھنسنے نہ پائیں۔ یعنی قرآن و بیان کی حفاظت خداوندی کا یہ بھی ایک مستقل شعبہ تھا کہ ان دینی بنیادوں کے چالاک دشمنوں کی اطلاع دے کر دوستوں کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا جائے۔

منکرینِ قرآن و حدیث اور حکمتِ خداوندی

تاہم جس طرح حکومت ملک کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے پولیس متعین کرتی ہے۔ کروڑوں روپیہ کا بجٹ منظور کرتی ہے اور تعزیرات کے ذریعہ سے چوروں، ڈکیتوں اور ملک میں بدامنی پھیلانے والوں کی سزاؤں کا اعلان کرتی ہے لیکن اس کے باوجود چور ڈکیت اور رہزن پھر بھی باز نہیں آتے اور اپنی شقاوتِ باطنی سے قانون کی خلاف ورزیوں کی راہ چل کر رہتے ہیں۔ جیل بھی بھگتتے ہیں۔ سزائیں بھی پاتے ہیں۔ پیٹے بھی جاتے ہیں لیکن رات دن کے جرائم کی عادت کی وجہ سے ان کی عبرت کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں

Marfat.com

نہ وہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور اپنے جرائم کے کام میں مستعد رہتے ہیں پس علوم اپنے کام (حفاظتِ ملک) میں لگی رہتی ہے اور یہ جرائم پیشہ طبقہ اپنے کام (چوری، ڈکیتی اور امن سوزی) میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح سرکارِ خداوندی نے قرآن وحدیث کی حفاظت کی گارنٹی بھی لی اُس کے لئے محافظین کی پولیس یعنی حفاظ ومحدثین بھی مقرر کئے۔ غیب سے ان کے روزینے بھی مقرر کئے۔ ان کی مدد کا وعدہ بھی کیا اور حسبِ وعدہ مدد برابر آ بھی رہی ہے۔ رخنہ اندازوں کیلئے اعلان عام بھی ہو رہا ہے کہ جو بھی اس قرآن وبیان میں رخنہ اندازی کریگا اس کی سزا یہ اور یہ ہوگی لیکن اس کے باوجود جن کے قلوب میں شقاوت ازل ہی سے ودیعت کی گئی ہے اور جو انہی جرائم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث کی تحریف سے نہ کبھی باز آئے۔ نہ آئیں گے کیونکہ کتاب وسنّت میں ان ناجائز تصرّفات وتحریفات کی عادت سے ان کی دیدۂ عبرت پٹ چکی ہے انہیں حق نظر آسکتا ہے نہ وہ اس کی آواز سُن سکتے ہیں پس جس طرح سرکار خداوندی بتوسط علماء امت اپنے حفاظت کے کام میں لگی ہوئی ہے باوجودیکہ ان پر دلائل کی مار بھی پڑ رہی ہے وہ بارہا دلائلِ حق کے گھیروں میں گھر کر بند بھی ہو جاتے ہیں عقل سلیم اور فنون روایت کی نقلِ صحیح کی طرف سے اُن پر جوتیاں بھی پڑ رہی ہیں مگر انھیں روزی ہی انکار

Marfat.com

حدیث ۔ وضع حدیث ۔ تحریفِ حدیث اور تمسخرِ حدیث کی دی گئی ہے جو انہیں بہرحال لینی ہے اور گمراہیوں کے ساتھ مخلوق کی رہزنی کا کام کرنا ہے ۔ پس جس حکمتِ الٰہی نے شیطان اور اس کی زخہ اندازیوں کو پیدا کر کے دین کی قوتوں کے کھولنے اور مضبوط بنانے کی راہ ڈالی اُسی حکمت نے منکرینِ قرآن اور منکرانِ حدیث اور ان کی سیہ کاریوں کو پیدا کر کے قرآن و حدیث کی قوتوں کے درشگاف کرنے کی راہ پیدا کی ہے ۔

خلق اللہ للحروب رجالاً ورجالاً لقصعۃٍ وثرید

مگر انجامِ کار نتیجہ یہ ہے کہ ان اشرار و فجار میں سے جس نے بھی دینِ حق کی ان دو بنیادوں قرآن و حدیث کی قوتوں کے درشگاف چاہا وہی اوندھے منہ گرا اور اس نے منہ کی کھائی یہ منکر طبقے اپنے اپنے محدود وقتوں میں اُبھرے مگر اُبھر کر گرے تو ایسے گرے کہ آج کوئی اُن کے نقشِ قدم کا پتہ دینے والا بھی نہیں مگر قرآن و حدیث اپنی اسی آب و تاب کیساتھ دنیا کے سامنے چمک رہے ہیں ۔ یہی صورتِ حال منکرین اور اربابِ تمسخر و استہزاء کے سامنے بھی آنے والی ہے ۔ فانا فسنخر منکم کما تسخرون فسوف تعلمون ۔

قرآن اور پیغمبر کی باہمی نسبت

بہرحال اس اُمّت کو دو عظیم اور بے مثال نعمتیں

بطور ہدیۂ خداوندی دے گئی ہیں ایک زندہ کتاب اور ایک زندہ نبی اسلئے کوئی بھی بدنیت یا بدفہم ان کے آڑے نہیں آسکتا۔ مردہ چیز کو جس طرح جس کا جی چاہے اوّل بدل کردے لیکن زندہ اور وہ بھی قوی و متین اور ذمہ بردار حفاظت کی چیز کو اوّل بدل کر دینا تو بجائے خود ہے اس پر دھول اڑا کر کوئی اسے نگاہوں سے اوجھل بھی نہیں کرسکتا۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید

باطل اس کے پاس نہیں آسکتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے وہ حکیم حمید کی طرف سے اترا ہوا (کلام) ہے۔

مترجمین قرآن کیلئے حدیث کی روشنی اور اردو کے تراجم میں موضح قرآن کی حیثیت

قرآنِ حکیم اور اس کے بیان کی حفاظت کا یہ بھی ایک عظیم شعبہ ہے کہ بیانِ قرآن (سنت) کی روشنی میں دانایانِ سنت نے قرآن کے تراجم کرکے دوسرے اہلِ قرآن بھی اس پر مطلع کیا تاکہ وہ دنیا کی ہر قوم میں پھیل جائے اور بسہولت دنیا کی ہر قوم اُس سے استفادہ کرسکے تاکہ وہ عالمگیر ہوکر عالم کی ہر قوم کے دلمیں اُتر جائے اور اس طرح اس کی عالمگیر حفاظت کا وعدۂ خداوندی پورا ہو جائے۔ چنانچہ علمائے

Marfat.com

اسلام قرآن کے مترا جم کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور کمال دیانت و امانت اور کمال صدق و فراست سے مستند علمائے ملّت نے اُس کے ترجمے مختلف زبانوں میں کئے الامام شاہ ولی اللہ دہلوی نے فارسی زبان میں اُس کا ترجمہ کیا پھر اُن کے اخلاف رشید میں سے شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے دوسرا ترجمہ کیا اور پھر اُن کے خلف صالح حضرت شاہ عبد القادرؒ نے اردو میں ترجمہ کیا جو پورا پورا تحت اللفظ ترجمہ اور بے مثل ترجمہ ہے گویا قرآن کے ہر ہر حرف اور ہر ہر کلمہ کو اُردو میں اس کی پوری کیفیت و اصلیت کے ساتھ منتقل فرما دینے کی سعی فرمائی حضرت شیخ الہند سیدنا و مرشدنا مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ محدث دیوبندی نے اس ترجمہ کے بارے میں اپنے استاد حضرت قاسم العلوم حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کا مقولہ نقل فرمایا کہ اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو اس کی عبارت یہی یا اِس کے قریب قریب ہوتی جو حضرت شاہ عبد القادر کے ترجمے کی ہے۔ اس ترجمہ اور اُس سے متعلقہ تفسیری فوائد (موضح قرآن) میں نقل در نقل ہونے کی وجہ سے کچھ لفظی فرق پڑتا گیا چنانچہ ترجمہ اور اس کی توضیح موضح القرآن کی تعبیرات میں کچھ فروق دیکھے گئے اس لئے ضرورت

Marfat.com

تھی کہ اس ترجمہ وتفسیر کا کوئی قدیم سے قدیم نسخہ ہاتھ لگ جائے تو
ان تغیرات مابعد کی اصلاح کی صورت نکل آئے۔

مبارکباد کے مستحق ہیں عالیجناب محترم مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحب
فاضل دیوبند جنہوں نے بکمال سعی وجانفشانی اس ترجمہ وتوضیح کا قدیم
نسخہ حاصل کر کے اُسے شائع کرنے کی ہمت فرمائی۔ کوئی شبہ نہیں کہ حفاظت
قرآن وحفاظت بیان کے سلسلے کیلئے حق تعالیٰ نے جن سعید افراد کو چُنا ان
میں سے ممدوح کا نام بھی ازل سے اس فہرست میں شامل تھا جسکا آج ظہور
ہوگیا۔ اس لئے میں انھیں اور اُن کے رفقاء کار کو اس غیبی انتخاب پر مُبارکباد
دیتا ہوں اور ان کے حسب ارشاد مقدمہ کی یہ چند سطریں اُنکی خدمت میں
ارسال کرتا ہوں شائد کہ محافظین قرآن وبیان کی فہرست میں اس نالائق وناکارہ
کا نام بھی شامل ہوجائے اور اوراق قرآنی کے ساتھ یہ سیہ اوراق بھی ننھی ہو کر کسی
روشنی کا مستحق بن سکے اور ساتھ ہی اس کے اغزہ واحباب اور رفقاء بھی اس
نعمت سے مستفید ہوجائیں۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

محمد حبیب غفرلہ

Marfat.com

ادارہ علوم شرعیہ کی چند دیگر مطبوعات

عظیم الشان قرآن مجید مترجم بدو ترجمہ ومحشی بدو حاشیہ ولی اللّٰہی خاندان کا قدیم خزینہ جدید اور تفصیلی قالب کیساتھ

تراجم
۱۔ از شاہ عبدالقادر دہلوی رح
۲۔ از شیخ الہند مولینا محمود الحسن رح

تفاسیر بر حاشیہ
۱۔ تفسیر موضح قرآن از شاہ عبدالقادر دہلوی رح
۲۔ تفسیر شیخ الاسلام مولینا شبیر احمد عثمانی رح

نوٹ: تفسیر موضح قرآن کو بعض ناشروں نے کانٹ چھانٹ اور غلط تصرف کے ساتھ طبع کیا تھا اور وہی نقل ہوتا گیا ادارہ نے ۱۲۱۳ھ کا قدیم نسخہ حاصل کر کے اس کے مطابق طباعت کرائی ہے اور شیخ الہند رح کا ترجمہ اور شیخ الاسلام حضرت عثمانی رح کی مکمل تفسیر شامل کر دی اس طرح یہ نسخہ نور علیٰ نور ہو گیا ہے اردو تراجم وتفاسیر کی دنیا میں اس قابل قدر پیش کش کو برمکتب خیال کے علماء نے تراجم و تفاسیر میں یکتا تسلیم کیا ہے اس کے شروع میں ایک مقدمہ ضرورت حدیث پر شامل ہے جو علامہ قاری محمد حبیب صاحب نے خاص طور پر لکھا ہے سائز ۲۰ × ۲۶

مجلد آئل کلاتھ دلپشتہ چرم حناشدہ سنہری ڈائی سے مزین 20/-
" بائینڈنگ کلاتھ بلا ضا سنہری ڈائی سے مزین 17/-
نمونہ مفت طلب فرمائیں

سیرت النعمان

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مستند ترین سوانح حیات!

اول و ذوم از شبلی نعمانی رح

اس کتاب میں امام اعظم رح کی زندگی کے حالات تفصیلی طور پر آگئے ہیں ہمارے ملک کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ سے تقلید کی نسبت کے ساتھ دین کو سمجھتی ہے کس قدر بدنصیبی کی بات ہوگی کہ ہم مقلد تو امام اعظم رح کے ہوں اور ان کے علمی، عملی، اخلاقی، تمدنی، ثقافتی اور سیاسی کارناموں سے بے خبر رہیں علامہ شبلی نے اس کتاب کے پہلے حصہ میں حضرت امام رح کی زندگی کے پہلوؤں نام و نسب و ولادت، سن رشد تعلیم و تربیت۔ ان کے مشائخ و اساتذہ حدیث و رسم افتا مناظرات، ذہانت و طباعی، عہدہ قضا سے انکار، قید و بند استقلال دربار سے تعلقات کو اور دوسرے حصہ میں امام کی تصانیف اور ان کا حافظ الحدیث ہونا فقہی مسائل میں امام موصوف کا مقام فقہ حنفی کا آسان و سہل اور اصول عقلی کے موافق ہونا۔ فن حدیث پر تفصیلی بحث حضرت امام کا حدیث کے مقابلہ میں قیاس کا اعتبار نہ کرنا فقہ حنفی کی دوسرے ائمہ کی فقہوں پر ترجیح۔ امام صاحب نامور اور ممتاز شاگردوں کے حالات کو مستند حوالوں اور عام فہم عبارتوں سے ایسے دل نشین طرز ادا اور موثر طریقہ پر جمع کر دیا ہے کہ دین کا ایک جامع نقشہ سامنے آجاتا ہے ادارہ نے اس کی کتابت و طباعت اتنی اعلیٰ قسم کی کرائی ہے کہ اب تک اس کتاب کی چھپائی ایسی نہیں ہوئی الفاظ جلی اور کھلے کھلے کاغذ عمدہ سفید سائز ۲۰ × ۲۶

۴۸۴ صفحات جلد عمدہ رنگین و شاندار ڈسٹ کور۔ ھدیہ:۔ سات روپے نمونہ مفت طلب فرمائیں۔

Marfat.com

الفاروق

یعنی خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے مکمل حالات اور انکی دورِ خلافت کی جامع تاریخ

(اول ودوم از شبلی نعمانی رح)

اس کتاب میں فاضل مصنف نے نہایت عرق ریزی اور دماغ سوزی سے فاروق اعظم حضرت عمر ابن الخطابؓ کے مکمل ومفصل اور مستند حالاتِ زندگی کو بیان کیا ہے جن کی ہر دور میں ہر مسلمان کو ضرورت رہتی ہے اور جن کو شمع ہدایت بنائے بغیر دنیا کا کوئی فرمانروا عدل وانصاف کے ساتھ فرمانروائی نہیں کرسکتا غرضیکہ ایک مفلس وقلاش سے لے کر ایک بااختیار حاکم ملک سب ہی کے لئے فاروق اعظم رضؓ کی زندگی ایک نمونہ اور رحمت عالم جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تفسیر ہے جن پر عمل کرنے سے اخلاق وکردار میں سیرت اور زندگی میں فکر اور عمل میں وہ انقلاب پیدا ہوسکتا ہے جو امت مسلمہ کو پھر حیات نو سے روشناس کردے نیز اسی کتاب میں شام عراق مصر کی فتوحات کے واقعات دل نشین پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے اسلام کی سیاسی اقدار پر بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عمر رضؓ کی سیاست، تدبر، عدل اور عہد فاروقی کے طرز حکومت اور ترویج اسلام کے شاندار کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے ادارہ نے اس کتاب کی کتابت ایک بہترین خطاط سے کرائی ہے الفاروق کے اس ایڈیشن میں جو غیر معمولی خوبیاں آگئیں ہیں ادارہ کو اس پر فخر ہے۔

سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات چار سو جلد عمدہ شاندار رنگین ڈسٹ کور۔ ھدیہ:۔ سات روپے نمونہ مفت طلب فرمائیں

فضائلِ حج

مصنفہ

(شیخ الحدیث مولینا محمد زکریا صاحب مدظلہ)

اردو زبان میں حج پر بے شمار کتابیں شائع ہوئیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتاب فضائل حج "جن خصوصیات ومحاسن کی حامل ہے وہ کسی دوسری کتاب میسر نہیں حج وزیارت میں جیسی عاشقانہ کیفیات ہیں اس کتاب میں بھی ویسا ہی اثر آفریں اور رقت انگیز طرز ادا ہے اس کی طباعت میں خصوصیت سے اہتمام کیا گیا ہے الفاظ جلی اور الگ الگ کہ بڑی عمر کے آدمی بھی بآسانی پڑھ سکیں اس کتاب کی طباعت ہند وپاکستان کے بہت سے اداروں سے کرائی گئی ہے مگر جس قدر اثر آفرینی اور افادیت کی وجہ سے یہ کتاب نادر روزگار ہے آج تک اس کی طباعت اس کے شایانِ شان نہیں ہوئی اس میں دس فصلیں ہیں۔

(۱) حج کی ترغیب (۲) حج نہ کرنے پر وعیدیں (۳) حج کے سفر میں جو مشقت ہے اس کے تحمل پر ثواب۔ (۴) حج کی حقیقت اور اس کی حکمتیں (۵) حج کے آداب (۶) مکہ معظمہ اور حج کے خاص موقعوں کی فضیلت (۷) عمرہ کا بیان (۸) مدینہ منورہ کی حاضری (۹) زیارت کے آداب اور زائرین کے چالیس قصے (۱۰) مدینہ منورہ کے فضائل پر نیز خاتمہ میں حج کرنے والے عشاق کی شوق انگیز حکایات تحریر ہیں۔

سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۳۹۲ جلد عمدہ شاندار رنگین ڈسٹ کور ھدیہ سات روپے نمونہ مفت طلب فرمائیں

Marfat.com

مسلمان عورت

عربی تصنیف از علامہ فرید وجدی مصری اردو ترجمہ از مولینا ابوالکلام آزاد مرحوم

پردہ کے موضوع پر ایک قابل قدر پیش کش۔

مصر کی تعلیم یافتہ سوسائٹی کے ایک ذی اثر ممبر مسٹر قاسم امین بک نے پردہ کی مخالفت اور آزادیٔ نسواں پر دو رسالے تحریر المراۃ اور المراۃ الجدیدۃ شائع کئے تھے جن سے مصر میں ہل چل مچ گئی اور نوجوان طبقہ خصوصیت سے متاثر ہوا اس کی تردید میں کئی رسالے مصر و بیروت کے علماء نے لکھے انہی میں ایک رسالہ المراۃ المسلمہ بھی ہے جو مصر کے مشہور مصنف علامہ فرید وجدی کی تصنیف ہے فرید وجدی چونکہ یورپ کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا اور تعلیم یافتہ سوسائٹی کا ایک فاضل ممبر تھا اس لئے اس نے جو کچھ لکھا محض یورپ کے اقوال و حالات کو پیش نظر رکھ کر لکھا تھا اس نے ثابت کیا کہ قصر اسلامی کی بنیادیں زندگی ٹھوس حقیقتوں پر قائم ہیں اس لئے ترمیم و اصلاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا دلائل کی تفصیل و نوعیت تو آپ اصل کتاب میں دیکھیں گے جو چیز قابل قدر ہے وہ طریق اسلوب ہے اور کہیں رکیک و بے افتادہ دلائل کو پیش نہیں کیا گیا کتاب مسلمان عورت کو ترجمہ ہم واقفیت کے اعتبار سے کہے ہیں ورنہ اس کو علامہ فریدی وجدی کی کتاب کا اردو ایڈیشن کہنا چاہئے یہ ترجمہ مولینا ابوالکلام آزاد کی ادبی مساعی اور تصنیفی صلاحیتوں کا اولین ثمر ہے ہمارے ہاں بھی چونکہ اس قسم کے مباحث پیش ہوتے رہتے ہیں اس لئے پردہ نسواں پر یہ کتاب پیش کی گئی ہے۔

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۵۶ کاغذ عمدہ سفید کتابت و طباعت اعلیٰ جلد حسین ڈسٹ کور سے مزین قیمت ۵-۵-۵

نمونہ مفت طلب فرمائیں

عکسی حمائل مترجم

(زیر طبع)

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رح کے قدیم ترجمہ و حاشیہ موضح قرآن کی الگ کاپی چھوٹے سائز پر لوگ ہم سے مانگتے ہیں اس قدیم نسخہ کی طباعت شیخ الہند رح کے ترجمہ اور علامہ عثمانی رح کی تفسیر کے ساتھ ہو گئی ہے متعدد حضرات کے اصرار کے بعد حرف شاہ عبدالقادر صاحب رح کے ترجمہ اور فوائد موضح قرآن کی طباعت کے لئے کتابت شروع کرادی ہے اس متوسط سائز کی حمائل کی چھپائی عکسی ہوگی اور سائز ۲۰×۲۶/۸۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ نمونہ مفت طلب فرمائیں

پتہ:- ادارہ علوم شرعیہ ★ ۱۹ روائے چند فتح چند بلڈنگ مقابل بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ ★ کراچی

Marfat.com